صوت النجف الاشرف

ماہانہ علمی سماجی رسالہ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ

الامام الحسن العسکری (علیہ السلام)

شمارہ چہارم

لسماحة آية الله العظمى المرجع الديني الكبير الشيخ بشير حسين النجفي (دام ظله)

بانی

سماحۃ آیۃ اللہ العظمیٰ المرجع الدینی الکبیر الشیخ بشیر حسین النجفی دام ظلہ

مدیر اعلیٰ

سماحۃ الشیخ علی النجفی

انتظامی مدیر

شیخ قیصر عباس

نظارت

سید نسیم نقوی

سید تنویر حسین

معاون

شیخ علی عباس نجفی

شیخ محمد تقی ہاشمی

شیخ محمد مجتبیٰ نجفی

تزیین و آرائش و سرورق

بھاء کنانی

فوٹو گرافر

سید علی

رسالے کی سالانہ ممبرشپ حاصل کرنے کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں۔

0092 312 519 7082

Email:m.urdu@alnajafy.com

00964 760 1601182

صوت النجف الاشرف کو مقالات و تحریروں میں تدوین و ترمیم کا مکمل اختیار ہے۔

فہرست

آل ابراہیم کا چاند حصہ دوم ۶

علم غیب ۹

تقلید ۱۲

امریکہ، بحرین، لندن اور پاکستان سے آئے ہوئے ڈاکٹروں کی مرجع عالی قدر دام ظلہ سے ملاقات ۱۵

امام صادق علیہ السلام کا اپنے شیعوں کے نام ایک خط حصہ دوم ۲۰

مرجع عالی قدر آیت اللہ العظمی شیخ بشیر حسین النجفی دام ظلہ سے پوچھے گئے سوالات اور ان کے جوابات ۲۲

فکر اور ثقافت: ثقافتی تسلط سے مقابلے کے طریقے

مترجم: سید نذر حسنی نجفی

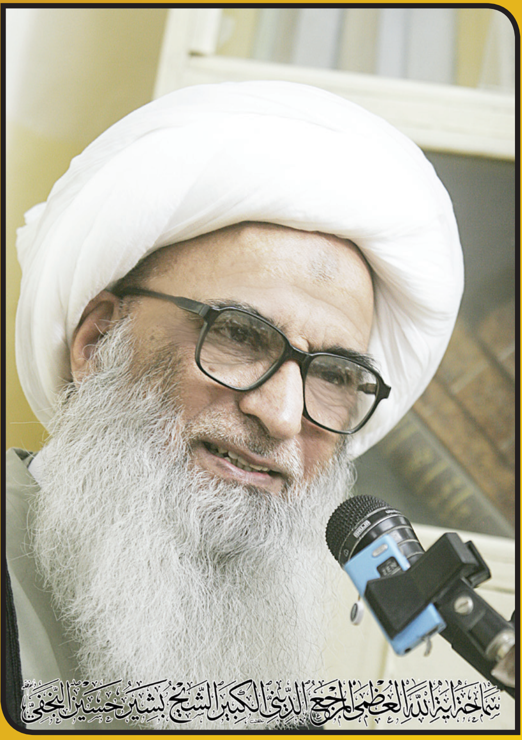

Imported مغربی افکار سے متاثر ہونے کی وجہ فکری اور عقائدی ایڈز ہے۔ پس ایسی صورت حال سے نجات اور فرار کے دو ہی طریقے ہیں:

(۱) وہاں کوئی ایسی دانا اور سمجھدار قیادت ہو کہ جو اس تسلط کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو اور اس کے پاس اس کام کے لئے ضروری اور مطلوبہ وسائل بھی ہوں۔

(۲) عوام خود اپنے اندر ایسی قوتِ مدافعت پیدا کرے کہ جس کے ذریعے وہ اپنی سلامتی کی حفاظت کر سکے۔ موجودہ حالات اور ہر طرف ہونے والے واقعات کی روشنی میں پہلا طریقہ تو مفقود ہے۔ پس اس ثقافتی تسلط سے نجات کا فقط ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ ہے کہ عوام خود اپنے اندر ضروری قوتِ مدافعت پیدا کریں، خاص طور پر جن حالات سے اسلامی ممالک گزر رہے ہیں اس دوسرے طریقے کے علاوہ کوئی نجات کا راستہ نہیں ہے۔ علمی، ثقافتی اور صحیح فکری مرکز "حوزہ علمیہ نجف اشرف" سے دوری کی وجہ سے عوام کے لئے ایسی صلاحیت اور قوتِ مدافعت کا حصول آسان کام نہیں ہے۔ اور اس سے بڑھ کر خود نجف کا حوزہ علمیہ ایسے ایسے مصائب، مشاکل اور امتحانات میں مبتلا ہوا کہ اگر ان مشاکل میں کوئی اور علمی ادارہ گرفتار ہوتا تو وہ کب کا مٹ چکا ہوتا اور اس کا کوئی اثر بھی باقی نہ رہتا۔ لیکن یہ حوزہ حضرت امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کی سرپرستی اور نگہبانی اور حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کے جوار کی برکت سے باقی ہے۔ پس ایسی صورتِ حال میں عوام کے لئے ضروری ہے کہ وہ حوزہ کے قائدین، مراجع کرام اور مجتہدین کی طرف رجوع کریں اور ہر ممکن طریقے سے ان سے استفادہ کریں اور ہر وہ فکر اور چیز جو باہر سے کسی بھی طرف سے آپ تک پہنچتی ہے اس کے بارے میں حوزہ علمیہ کی رائے دریافت کریں۔ حوزہ علمیہ نجف اشرف خود بھی اپنی استطاعت اور طاقت کے مطابق اس خلا کو ختم کرنے کی کوشش میں مشغول ہے جو گزشتہ سالوں اور ایام میں پیدا ہوا ہے۔

ایک دوسرے کے کام آنا

محمد تقی ہاشمی

عَنْ عَلِيّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ع قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ص: الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ يَقْضُونَ حَوَائِجَ بَعْضِهِمْ بَعْضاً فَإِذَا قَضَى بَعْضُهُمْ حَوَائِجَ بَعْضٍ قَضَى اللَّهُ لَهُمْ حَاجَاتِهِمْ. مستدرك الوسائل و مستنبط المسائل ؛ ج١٢ ؛ ص٤٠١

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مومنین آپس میں بھائی ہیں اور ایک دوسرے کی حاجات کو پورا کرنے والے ہیں پس جب بعض مومنین دوسرے بعض مومنین کی حاجتوں کو پورا کرتے ہیں اللہ ان کی حاجات کو پورا فرماتا ہے۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع قَالَ: قَضَاءُ حَاجَةِ الْمُؤْمِنِ خَيْرٌ مِنْ عِتْقِ أَلْفِ رَقَبَةٍ وَ خَيْرٌ مِنْ حُمْلَانِأَلْفِ فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ. الكافي (ط - الإسلامية) ؛ ج٢ ؛ ص١٩٣

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مومن کی ایک ضرورت کو پورا کرنا ہزار غلام آزاد کرنے سے بہتر ہے اور ان ہزار گھوڑوں سے بہتر ہے جو اللہ کے راستے میں جہاد کے لئے دئے جائیں۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ ع لَقَضَاءُ حَاجَةِ امْرِئٍ مُؤْمِنٍ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنْ عِشْرِينَ حَجَّةً كُلُّ حَجَّةٍ يُنْفِقُ فِيهَا صَاحِبُهَا مِائَةَ أَلْفٍ. الكافي (ط - الإسلامية) ؛ ج٢ ؛ ص١٩٣

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ مومن کی ایک حاجت پوری کرنا بیس حج سے بہتر ہے جن میں سے ہر ایک حج پر ایک لاکھ درھم خرچ ہوتا ہو۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع قَالَ قَالَ: مَنْ طَافَ بِهَذَا الْبَيْتِ طَوَافاً وَاحِداً كَتَبَ اللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ لَهُ سِتَّةَ آلَافِ حَسَنَةٍ وَ مَحَا عَنْهُ

سِتَّةَ آلَافِ سَيِّئَةٍ وَ رَفَعَ اللَّهُ لَهُ سِتَّةَ آلَافِ دَرَجَةٍ حَتَّى إِذَا كَانَ عِنْدَ الْمُلْتَزَمِ فَتَحَ اللَّهُ لَهُ سَبْعَةَ أَبْوَابٍ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ قُلْتُ لَهُ جُعِلْتُ فِدَاكَ هَذَا الْفَضْلُ كُلُّهُ فِي الطَّوَافِ قَالَ نَعَمْ وَ أُخْبِرُكَ بِأَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ قَضَاءُ حَاجَةِ الْمُسْلِمِ أَفْضَلُ مِنْ طَوَافٍ وَ طَوَافٍ وَ طَوَافٍ حَتَّى بَلَغَ عَشْراً. الكافي (ط - الإسلامية) ؛ ج ۲ ؛ ص ۱۹۴

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو کعبے کا ایک طواف کرے تو اللہ عز وجل اس کے لئے چھ ہزار نیکیاں لکھ دیتا ہے اور چھ ہزار گناہ معاف کر دیتا ہے اور چھ ہزار اس کے درجات بلند کر دیتا ہے چاہے وہ کسی اور کی طرف سے طواف کررہا ہو اللہ اس کے لئے جنت کے ساتوں دروازے کھول دیتا ہے راوی کہتا ہے کہ میں نے امام علیہ السلام سے کہا کہ میں آپ پر قربان جاوں یہ اتنا زیادہ ثواب طواف کا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا جی ہاں ، اور فرمایا کہ میں تمہیں اس سے بھی افضل عبادت کے بارے میں بتاتا ہوں اور وہ مومن کی ایک ضرورت کو پورا کرنا، فرمایا مومن کی ایک حاجت کو پورا کرنا طواف سے افضل ہے ، طواف سے افضل ہے ، طواف سے افضل ہے یہاں تک کہ امام نے دس دفعہ یہی فرمایا۔[یعنی دس طواف سے زیادہ فضیلت ہے۔]

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع قَالَ فِي حَدِيثٍ وَ مَنْ قَضَى لِأَخِيهِ الْمُؤْمِنِ حَاجَةً قَضَى اللَّهُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِائَةَ أَلْفِ حَاجَةٍ مِنْ ذَلِكَ أَوَّلُهَا الْجَنَّةُ- وَ مِنْ ذَلِكَ أَنْ يُدْخِلَ قَرَابَتَهُ وَ مَعَارِفَهُ وَ إِخْوَانَهُ الْجَنَّةَ- بَعْدَ أَنْ لَا يَكُونُوا نُصَّاباً. وسائل الشيعة ؛ ج ۱۶ ؛ ص ۳۵۷

امام صادق علیہ السلام نے ایک حدیث میں فرمایا کہ جو اپنے مومن بھائی کی ایک حاجت پوری کرے گا اللہ تعالی قیامت کے دن اس کی ہزار حاجتیں پوری کرے گا اور ان میں پہلی حاجت جنت ہو گی اور انہی حاجات میں سے یہ بھی ہوگی کہ وہ اپنے رشتہ داروں ، جاننے والوں اور بھائیوں کو جنت میں داخل کرسکے گا بشرطیکہ وہ ناصبی نہ ہوں۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع قَالَ: مَا قَضَى مُسْلِمٌ لِمُسْلِمٍ حَاجَةً إِلَّا نَادَاهُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى عَلَيَّ ثَوَابُكَ وَ لَا أَرْضَى لَكَ بِدُونِ الْجَنَّةِ. وسائل الشيعة ؛ ج ۱۶ ؛ ص ۳۵۸

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب کوئی شخص کسی ایک مومن کی ایک حاجت پوری کرتا ہے تو خدا اس بندے سے ارشاد فرماتا ہے تیرا ثواب میرے ذمے اور میں اس کے عوض کم از کم بہشت میں داخل کروں گا۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ ع وَ إِنَّ الْعَبْدَ لَيَمْشِي فِي حَاجَةِ أَخِيهِ الْمُؤْمِنِ فَيُوَكِّلُ اللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ بِهِ مَلَكَيْنِ وَاحِدٌ عَنْ يَمِينِهِ وَ آخَرُ عَنْ شِمَالِهِ يَسْتَغْفِرَانِ لَهُ رَبَّهُ يَدْعُوَانِ لَهُ بِقَضَاءِ حَاجَتِهِ وسائل الشيعة ؛ ج ۱۶ ؛ ص ۳۵۹

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص کسی مومن کی حاجت پوری کرنے کے لئے چل کر جاتا ہے خدا اس کے دائیں بائیں دو فرشتے مقرر کردیتا ہے کہ اس کے لئے استغفار کریں اور یہ دعا مانگیں کہ اس کی حاجت بھی پوری ہو۔

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع قَالَ: إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَتَرِدُ عَلَيْهِ الْحَاجَةُ لِأَخِيهِ فَلَا تَكُونُ عِنْدَهُ يَهْتَمُّ بِهَا قَلْبُهُ فَيُدْخِلُهُ اللَّهُ بِهَمِّهِ الْجَنَّةَ. وسائل الشيعة ؛ ج ۱۶ ؛ ص ۳۵۷

امام باقر علیہ السلام سے منقول ہے اگر کسی مومن کے پاس کوئی مومن حاجت لے کر آئے اور وہ اس کی حاجت پوری کرنے پر قادر نہ ہو اور اس سبب سے اس کا دل غمگین ہو جائے تو خدا تعالی اس کے غمگین ہونے پر بھی اس کے لئے بہشت واجب فرما دیتا ہے۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع قَالَ: مَنْ قَضَى لِمُسْلِمٍ حَاجَةً كَتَبَ اللَّهُ لَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ وَ مَحَا عَنْهُ عَشْرَ سَيِّئَاتٍ وَ رَفَعَ لَهُ عَشْرَ دَرَجَاتٍ وَ أَظَلَّهُ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ. وسائل الشيعة ؛ ج ۱۶ ؛ ص ۳۶۱

جو کسی مسلمان کی ایک حاجت پوری کرتا ہے اللہ اس کے لئے دس نیکیاں لکھتا ہے اور دس گناہ معاف کرتا ہے اور اس کے دس درجات بلند فرماتا ہے اور اللہ قیامت کے دن اسے اپنا سائیہ دے گا کہ جب کہ کسی پاس اللہ کے سائے کے علاوہ کوئی سائیہ نہ ہوگا۔

عن أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع: أَنَّهُ قِيلَ لَهُ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى بَعْدَ مَعْرِفَتِهِ فَقَالَ إِدْخَالُ السُّرُورِ عَلَى الْمُؤْمِنِ. مستدرك الوسائل و مستنبط المسائل ؛ ج ۱۲ ؛ ص ۴۰۰

امام صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ کونسا عمل اللہ کی معرفت کے بعد اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ ہے ؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ کسی مومن کو خوش کرنا۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع قَالَ: مَنْ مَشَى لِامْرِئٍ مُسْلِمٍ فِي حَاجَتِهِ فَنَصَحَهُ فِيهَا كَتَبَ اللَّهُ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ حَسَنَةً وَ مَحَا عَنْهُ سَيِّئَةً قُضِيَتِ الْحَاجَةُ أَوْ لَمْ تُقْضَ الْخَبَرَ. مستدرك الوسائل و مستنبط المسائل ؛ ج ۱۲ ؛ ص ۴۰۸

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جو کسی مسلمان کی حاجت کے لئے چل کر جائے تو اللہ اس کے ہر قدم کے بدلے نیکی لکھتا ہے اور ہر قدم کے بدلے گناہ معاف فرماتا ہے چاہے حاجت پوری ہوجائے یا نہ ۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع قَالَ: أَيُّمَا مُؤْمِنٍ مَنَعَ مُؤْمِناً شَيْئاً مِمَّا يَحْتَاجُ إِلَيْهِ وَ هُوَ يَقْدِرُ عَلَيْهِ مِنْ عِنْدِهِ أَوْ مِنْ عِنْدِ غَيْرِهِ أَقَامَهُ اللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُسْوَدّاً وَجْهُهُ مُزْرَقَّةً عَيْنَاهُ مَغْلُولَةً يَدَاهُ إِلَى عُنُقِهِ فَيُقَالُ هَذَا الْخَائِنُ الَّذِي خَانَ اللَّهَ وَ رَسُولَهُ ثُمَّ يُؤْمَرُ بِهِ إِلَى النَّا بحار الأنوار (ط - بيروت) ؛ ج ۷۲ ؛ ص ۱۷۷

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جو مومن دوسرے محتاج مومن کو کسی شیء سے منع کردے جب کہ دوسرا اس کا محتاج ہو اور وہ اسے اپنی طرف سے یا کسی دوسرے کی طرف سے وہ چیز دینے پر قدرت بھی رکھتا ہو لیکن اس کے باوجود نہ دے تو اللہ عز و جل قیامت کے دن اس کے چہرے کو کالا کرکے اٹھائے گا اس کے ہاتھ پس گردن بندھے ہوں گے اور اسے کہا جائے گا کہ یہ وہ خائن ہے جس نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت کی ہے پھر اسے جہنم میں ڈالنے کا حکم دے دیا جائے گا۔

آل ابراھیم کا چاند

سوانح حیات مرجع عالی قدر دام ظلہ

حصہ دوم

آغا بلال حسین نجفی

اعمام با اکرام

آپ کے والد گرامی چار بھائی تھے ۔
مداح آل محمد جناب رحمت علی مرحوم ۔
شاعر حکمت و عرفان جناب عاشق علی مرحوم ۔
مناظر الاسلام جناب مولانا خادم حسین جعفری مرحوم۔
اور آپ کے والد گرامی جناب صادق علی مرحوم رضوان اللہ علیھم اجمعین۔

آپ کے دو چچے رحمت علی اور عاشق علی شعراء اھل بیت میں سے تھے۔ ان کے کلام میں فضائل و مدحت آل محمد علیھم السلام کے ساتھ ساتھ منطق و حکمت و عرفان کا امتزاج نمایاں تھا۔ جناب عاشق علی صاحب کی شاعری ڈاکٹر محمد اقبال کے افکار کا سہرا بندی تھی۔ اور رحمت علی صاحب معروف شاعر حفیظ جالندھر ی کے شاگرد تھے، انداز سخن بھی انہیں سے متاثر تھا۔ ان کی شاعری کا امتیاز یہ تھا کہ زمانے کے معروف شعراء کے ہم محفل ہونے کے باوجود بھی دنیا وی ، تصوراتی اشعار نہیں لکھتے تھے۔ جب بھی قلم اٹھایا تو مدح آل محمد علیھم السلام میں اٹھایا ۔

سماحۃ الشیخ کے تیسرے چچا علامہ خادم حسین جعفری صاحب اپنے وقت کے معروف مناظر خطیب تھے۔ حلقہ ارباب میں ان کی ذکاوت یعنی حاضر جوابی معروف تھی۔ آپ مدارس دینیہ میں پڑھائے جانے والے مروجہ علوم میں دسترس رکھتے تھے۔ اور فن مناظرہ پر خاص قدرت رکھتے تھے۔ ان کی حیات طیبہ اس بات کی گواہ ہے کہ انہوں نے ساری زندگی مذہب آل محمد علیھم السلام کی خدمت اور دفاع میں گزاری ۔

ان کے عزیزوں میں ان کا یہ خاص شغل آج بھی قابل ذکر ہے کہ شام کو کھانے کے بعد گھر کے تمام بچوں کو جمع کرکے دو جماعتیں بنا دیتے تھے۔ گھر کے بعض بزرگ ایک جماعت کے مساعد بن جاتے تھے اور کچھ دوسری جماعت کے مساعد بن جاتے تھے۔ ان میں سے ایک جماعت مذہب آل محمد علیھم السلام کے نظریات پہ دلائل بیان کرتی تھی اور دوسری غیر تشیع نظریا ت کی وکالت کر تی تھی۔ ان کے درمیان آپ مناظرہ کرواتے تھے۔ اور خود منصف بن کر درمیان میں بیٹھتے تھے۔ جب جماعت حق غالب آجاتی تو مغلوب جماعت کو اشکالات بنا کر دیتے تھے۔ مگر پھر بھی جب حق اپنی طاقت کے ساتھ غالب آجاتا تو قوی دلائل بیان کرنے والے کو اعزازی تعریفات سے نوازتے تھے۔

سماحۃ الشیخ کو فن مناظرہ بمع خاص موضوعات کے دلائل آپ ہی نے سکھایا ۔ علامہ منظور حسین عابدی صاحب فرماتے ہیں کہ " سب بچوں سے قوی دلائل سماحۃ الشیخ کے ہوتے تھے۔ آپ ہمیشہ سب پر غالب رہتے تھے۔ اور جب مناظرہ جیت جاتے تھے تو پھر میں اپنے شانے پر اٹھا کر کہتا ، بشیر ہمارا شیر ہے ۔ بشیر ہمارا شیر ہے"۔ (واضح رہے عابدی صاحب سماحۃ الشیخ کے سب سے بڑے بھائی ہیں۔)

علامہ خادم حسین جعفری صاحب کی تربیت کا اثر ہے کہ آج بھی

ساحۃ الشیخ معقولات و منقولات کا جو بھی مسئلہ اٹھاتے ہیں تو دلیلوں کے انبار لگا دیتے ہیں ۔ اور کئی مرتبہ ساحۃ الشیخ کو اتمام بحث کے بعد یہ فرماتے ہوئے سنا گیا ہے کہ مجھ میں جرأت بیان کی صلاحیت میرے چچا خادم حسین جعفری مرحوم کی محنت ہے ۔

یوں خادم حسین جعفری باغ دھر میں دین کا وہ شجر لگا گئے جس کے پھول میرے امام زمانہ علیہ السلام کو پسند آگئے۔

مولانا خادم حسین جعفری پر مذہب آل محمد علیھم السلام کے دفاع کے جرم میں کئی بار قاتلانہ حملے ہوئے۔مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی خدمت کے لیے آپ کو محفوظ رکھا۔ بالآخر ۱۹۸۱ ء میں آپ قضاء الٰہی سے جوار آل محمد علیھم السلام کی طرف انتقال فرما گئے ۔ اور آپ کو آبائی قبرستان میں دفن کیا گیا ۔

سلام ہو تجھ پر جب تو پیدا ہوا، سلام ہو تجھ پر جب تو نے گلشن علم کی آبیاری کی ، سلام ہو تجھ پر جب تو نے رخت سفر باندھا......

گلدستہ اخوان:

آیۃ اللہ العظمٰی کل پانچ بھائی ہیں ۔ تین آپ سے بڑے اور ایک چھوٹا ہے۔ مگر آپ سے بڑے بھائی جن کا نام بشیر حسین تھا آپ کی پیدائش سے پہلے تین چار سال کی عمر میں والدین کے لیے معصوم سفارش بن کر معصومین علیھم السلام کی بزم میں منتقل ہوگئے۔ بعد میں جب ساحۃ الشیخ دنیا میں تشریف لائے تو مولانا منظور حسین عابدی صاحب کے شدید اصرار پر آپ کا نام بشیر حسین رکھا گیا ۔

ہاں یہ وہی منظور حسین کا منظور نظر بھائی ہے جو آج حسن و عشق کا آئینہ دار نظر آتا ہے۔ باقی تین بھائی آپ کے باحیات ہیں (دامت برکاتھم) ۔ جن میں سے آپ کے دو بھائی شریف حسین اور نذیر حسین دنیاوی زندگی میں شغل تجارت رکھتے ہیں ۔

ساحۃ الشیخ کے سب سے بڑے بھائی الحاج مولانا منظور حسین عابدی صاحب ایک باوصف عالم دین ہیں۔ جن کے حسن اخلاق ، سادگی و خلوص کے چرچے بیرون چمن بھی ہوتے رہتے ہیں۔ میرے خیال میں اگر کسی ثقافتی پروگرام میں یہ سوال کیا جائے کہ پورے لاہور میں شرافت ، سادگی اور خلوص ان تین صفات کا مجموعہ آئیڈیل شخصیت کون ہے؟تو درست جواب یہی ہوگا مولانا منظور حسین عابدی اور مولانا موسیٰ بیگ نجفی ۔

بس فرق اتنا ہے کہ عابدی صاحب ساحۃ الشیخ کا ذکر سن کر رونا شروع کردیتے ہیں۔ اور قبلہ موسیٰ بیگ صاحب دعائیں دینا شروع کر دیتے ہیں۔یہ دونوں بزرگوار ساحۃ الشیخ کی سر گزشت طلبگی کے مؤثق راوی ہیں ۔ چونکہ عابدی صاحب آپ کے بڑے بھائی ہیں اور قبلہ موسیٰ بیگ نجفی صاحب جامعۃ المنتظر میں کچھ سال ساحۃ الشیخ کے رومیٹ رہے ہیں ۔

قبلہ موسیٰ بیگ نجفی صاحب بیان کرتے ہیں کہ" اس عرصہ رفاقت میں مَیں نے ساحۃ الشیخ کو خواہ سردی ہو یا گرمی کبھی بھی بستر بچھا کر تکیہ پر سویا ہوا نہیں دیکھا ۔ ان کو بستر کھولنے کی کبھی فرصت ہی نہیں ملی تھی۔ ارد گرد کتابوں کا ڈھیر لگا ہوتا اور مطالعہ کرتے کرتے کتابوں میں ٹیڑھے سیدھے سوجاتے تھے۔ اور بستر بھی آپ کا کوئی خاطر خواہ نہ تھا "۔ آپ کی رضائی خدا کی رضا پہ رضا کا ثبوت تھی۔ کسی طالبعلم دوست نے کہا" بشیر یہ رضائی تو سردی نہیں روک سکتی ، ٹھٹھر جائے گا۔ کوئی آرام دہ گرم رضائی خرید لے"۔آپ نے فرمایا" مجھے لمبی نیند سلانے والی آرام دہ رضائی نہیں چاہیے ۔

مسافرِ شب کو اٹھتا ہے جب جانا دور ہوتا ہے ۔

میں امام زمانہ علیہ السلام کا فوجی ہوں ۔ اور وہ فوجی نہیں ہوں جو چھاؤنی میں ہو ۔ بلکہ میں وہ فوجی ہوں جو محاذ جنگ پر مورچہ میں ہو۔ میرا امام غائب ہے اور میں کیونکر آرام سے سوجاؤں۔ مجھے امام وقت کو واپس لانے والے حالات سازگار کرنے ہیں"۔

آج بھی آپ علماء کرام کو یہ اکثر نصیحت کرتے ہیں کہ امام زمانہ علیہ السلام کی فوج فقیھان اسلام ہوں گے۔ اور جب تک امام زمانہ علیہ السلام کا ظہور نہیں ہوتا خود کو مورچے کا فوجی سمجھو، نہ کہ چھاؤنی میں میٹھی نیند سونے والا ۔

ایک مرتبہ حوزہ علمیہ نجف اشرف کی پرانی تاریخ پر تبصرہ ہو رہا تھا تو میں نے ساحۃ الشیخ سے نجف میں ایام طالبعلمی کے بارے میں پوچھا ۔ آپ نے فرمایا" بیٹا کیا پوچھتے ہو ؟ گرمیوں میں جب رمضان کا مہینہ آتا تھا تو ہمارے پاس اتنے پیسے نہیں ہوتے تھے کہ برف خرید کر ٹھنڈے پانی سے روزہ افطار کر لیں۔ اور طلباء روزے کی افطاری میں ٹھنڈے پانی کا اہتمام کرنے کے لیے مٹی کے کوزے سرداب میں رکھ دیتے تھے۔ اور گرمی اتنی ہوتی تھی کہ پانی ٹھنڈا تو خیر کیا ہوتا تھا ۔ لیکن گرم ہونے سے بچ جاتا تھا۔(واقعاً کربلا و نجف کی گرمی تاریخ میں مشہور ہے)۔ اور میرے پاس اتنی بھی فرصت نہیں ہوتی تھی کہ کوزا بھر کر سرداب میں رکھ دوں۔ بلکہ جب افطار کا وقت ہوتا تھا تو باہر پڑے ہوئے عام مٹکے سے گرم پانی نکال کر روزے کی پیاس بجھاتا اور خدا کا شکر ادا کرتا ۔ اور عموماً میرے ساتھ یہ ہوتا کہ بھوک یا پیاس کا غلبہ ہوتا تھا اور خود کہتا تھا یہ سطر پڑھ لوں پھر اٹھتا ہوں ۔ اب یہ سطر پڑھ لوں تو اٹھتا ہوں۔ اسی طرح کئی گھنٹے گزر جاتے ۔نتیجۃً خالی پیٹ رہنے کی وجہ سے کئی مرتبہ بیمار ہوگیا "۔

پھر آپ نے فرمایا" میں مدرسہ شبریہ میں پانچ سال رہا ہوں۔ اور اس میں مجھے جو کمرہ ملا تھا وہ سورج کے سامنے تھا ۔ موسم گرمی میں وہ دن کو جلتے ہوئے تنور کی طرح گرم ہوجاتا تھااور رات کو انتہائی حبس ہوجاتی تھی۔ طلباء گرمی سے بچنے کے لیے دن کو سرداب میں اور رات کو چھت پر چلے جاتے تھے۔ لیکن مجھے اس پانچ سال کے عرصے میں ایک دن بھی موقع نہیں ملاکہ گرمی سے بچنے کے لیے بستر لے کر سرداب میں یا رات کو چھت پر چلا جاؤں ۔

ایک دن دوپہر کے وقت میں بیٹھا پڑھ رہاتھا کہ باہر کھڑکی کی طرف سے ایک طالبعلم گزرا ۔ وہ مجھے دیکھ کر کمرہ میں آیا اور کہنے لگا "شیخ بشیر میں تیرے لیے چھت پر اور سرداب میں جگہ بناتا ہوں۔ (گویا طلباء کے ازدھام کی وجہ سے چھت پر یا سرداب میں بستر بچھانے کے لیے جگہ حاصل کرنا آسان نہیں تھا)اور تم بستر لیکر ہمارے ساتھ آجایا کرو"۔

آپ نے فرمایا بستر لیکر چھت پر اور سرداب میں آنے جانے کا کل کتنا وقت لگتا ہے؟

اس نے کہا صرف دس سے پندرہ منٹ ۔ تو آپ نے کہا اگر پانچ منٹ بھی لگتے ہوتے تو بھی میرے پاس اتنی فرصت نہیں کہ میں کتاب

چھوڑ کر آنے جانے میں وقت ضائع کروں "۔
(سلام اللّٰہ علی علماء امۃ رسول اللّٰہ وسلام ملائکتہ و انبیائہ)

ایک مرتبہ آپ وعظ و نصیحت کے دوران فرما رہے تھے "میں اب بوڑھا ہو چکا ہوں ۔ ڈاکٹر بھی مجھے آرام کا مشورہ دیتے ہیں ۔ پھر بھی آج تک چوبیس گھنٹوں میں تین یا چار گھنٹے سے زیادہ مجھے سونے کا وقت نہیں ملا ۔ اور وہ بھی اس وقت سوتا ہوں جب تھک کر چکنا چور ہو جاتا ہوں ۔ اور بستر پر جب لیٹنے لگتا ہوں تو اکثر یہ خیال آتا ہے " بشیر تو سونے لگا ہے ! !!! ذرا خیال کر تیری قوم سوئی ہوئی ہے اگر تو سو گیا تو تیری قوم کو کون جگائے گا ؟؟؟؟"

اور فوراً قائدا عظم محمد علی جناح کا وہ واقعہ یاد آجاتا ہے کہ جب تحریک پاکستان کے وقت ایک مرتبہ انگریز جو اس وقت انڈیا کا حکمران تھا رات کو گاندھی کے مکان پر ملنے گیا تو گاندھی سویا ہوا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ ملے بغیر واپس چلا گیا ۔ پھر ایک دفعہ نصف رات کے بعد قائد اعظم محمد علی جناح کے مکان پر ملنے گیا تو قائدا عظم کے گھر والے سو چکے تھے۔ فقط قائد اعظم کے کمرے کی لائٹ جل رہی تھی ۔ اور جب چوکیدار انگریز کو قائدا عظم کے کمرے میں لے گیا تو اس نے پہلا سوال یہ کیا ،اے محمد علی ! کیا وجہ ہے کہ رات کے اس وقت بھی تو جاگ رہا ہے جبکہ تیرا حریف اول شب سے آرام کی نیند سوتا ہے ؟۔ قائدا عظم نے فرمایا ،وہ سو سکتا ہے کیونکہ اس کی قوم بیدار ہے ۔ مگر میں کیسے سوجاؤں ۔ جبکہ میری قوم غفلت کی نیند میں ہے ۔

یہی سوچ کر میری نیندیں اڑجاتی ہیں شیخ بشیر کہیں ایسا نہ ہو کہ امام کا ظہور ہو جائے اور تمام قومیں امام کے دائیں بائیں نظر آئیں ۔ اور تیری قوم پیچھے رہ جائے۔ اگر اس وقت مولا پوچھ لیں تو خالی ہاتھ آگیا ہے، تیری قوم کہاں گئی ؟ ۔ تو اس وقت کیا جواب دے گا ؟؟؟؟؟

علم غیب

شیخ ناصر عباس نجفی

علم غیب کا موضوع ان مہم ترین موضوعات میں سے ہے جس پہ علماء امامیہ نے مستقل کتب لکھی ہیں۔ آئمہ معصومین علیھم السلام کے زمانے سے لیکر دور حاضر تک یہ مسئلہ عوام و خواص کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ علم غیب کے موضوع پہ مخالفین کی طرف سے مختلف قسم کے شکوک و شبھات اٹھائے گئے تاکہ یہ مسئلہ اپنی علمی قیمت کھو دے اور اسی وجہ سے تاکہ اس مسئلہ کی علمی قیمت اور وزن برقرار رہے علماء امامیہ نے اسکو اپنی خاص توجہ کا مرکز قرار دیا ہے۔

یہ موضوع ایک انتہائی حساس اور طویل موضوع ہے اور یہ ممکن نہیں ہے کہ اس مختصر سے مقالہ میں اس موضوع کی تمام جزئیات کے اوپر سیر حاصل گفتگو کی جائے لیکن اپنے محترم قارئین کے لئے یہ کوشش ضرور کی جائے گی کہ اس موضوع کے بنیادی نکات پر قرآنی آیات، رواياتِ معصومین علیھم السلام و عقلِ سلیم اور مستند علماء امامیہ کے اقوال کی روشنی میں بحث کی جائے۔

وہ بنیادی نکات جن کو ہم اپنے اس مختصر سے مقالہ میں ذکر کرنے کی کوشش کریں گے:

(۱) غیب کا لغوی اور اصطلاحی معنی۔
(۲) قرآن مجید میں علم غیب کے موضوع پہ دو قسم کی آیات ہیں۔
۱۔ وہ آیات جو غیر خدا کیلئے علم غیب کی نفی کرتی ہیں یعنی خدا کے علاوہ کوئی اور علم غیب نہیں رکھتا۔
۲۔ وہ آیات جو غیر خدا کے لئے علم غیب کو ثابت کرتی ہیں یعنی خدا کے علاوہ کچھ ہستیاں ایسی بھی ہیں جن کو اللہ نے اپنے علم غیب کے اوپر آگاہ کیا ہے۔ کیا ان دونوں قسم کی آیات کے درمیان مصالحت اور جمع کرنا ممکن ہے یا نہیں؟
(۳) آئمہ معصومین علیھم السلام کے علم غیب کے اوپر کیا دلیل ہے؟
(۴) وہ لوگ جنہوں نے آیات قرآنی اور روایات کے ساتھ استدلال کیا ہے کہ خدا کے علاوہ کوئی بھی علم غیب نہیں جانتا اُن کے استدلال کو تین دلیلوں کے ساتھ رد کیا جائے گا۔
(۵) بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ آئمہ معصومین علیھم السلام خدا کے علم غیب سے آگاہ ہیں اور وہ علم غیب رکھتے ہیں تو اس کا مطلب ہے انکو اپنی موت کا بھی علم ہے کیونکہ اصول الکافی کی جلد نمبر۱، کتاب الحجۃ ص۲۵۸ میں ایک مستقل باب ہے کہ آئمہ معصومین علھیم السلام جانتے ہیں کہ انہیں کب موت آئے گی اور نہ صرف انہیں اپنی موت

کا علم ہے بلکہ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ کس چیز کے ساتھ انکی شہادت رونما ہو گی۔ اور یہ بات کُتب احادیث میں اور آئمہ معصومین علیہم السلام کے احوالِ زندگی میں بکثرت موجود ہے مثال کے طور پر امیر المؤمنین علی ابن ابیطالب علیہما السلام کو ۱۹ رمضان المبارک کی رات علم تھا کہ یہ میری زندگی کی آخری رات ہے اور اس بات کا تذکرہ آپؑ نے اپنی بیٹی ام کلثومؑ کے ساتھ کیا جب انہوں نے پوچھا بابا کیا وجہ ہے آج آپؑ کی کیفیت گذشتہ راتوں سے مختلف ہے تو امام علیہ السلام نے فرمایا یہ ہی وہ رات ہے جسکا مجھ سے وعدہ کیا گیا ہے کہ اے علیؑ امت کا شقی ترین انسان آئے گا جو آپؑ کی ریش اقدس کو سراقدس کے خون سے خضاب کرے گا۔ تو یہ جاننے کے باوجود کہ آج کی رات ابن ملجم کے وار سے میرا سراقدس شگافتہ ہو جائے گا۔ کیوں مسجد کی طرف گئے؟ العیاذ باللہ کیا امام علیؑ خود کو جان بوجھ کر موت کے منہ میں دھکیل رہے ہیں دوسرے لفظوں میں کیا امام علی علیہ السلام خود کشی کر رہے ہیں؟ العیاذباللہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام جانتے تھے کہ طشت میں رکھی ہوئی کھجوریں زہر آلودہ ہیں اور یہ بھی جانتے تھے کہ ان کھجوروں کے کھانے سے میری موت واقع ہو گی اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب سندی بن شاہک نے مزید کھجوروں کے کھانے کا مطالبہ کیا تو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ اے ظالم تیرے مقصد کے پورا ہونے کے لئے اتنی مقدار کافی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب جانتے تھے تو کیوں ان کھجوروں کو تناول کیا؟ کیا یہ خود کشی ہے العیاذ باللہ؟ ایک طرف تو قرآن مجید پکار پکار کر کہہ رہا ہے:

"لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ" (البقرۃ آیت ۱۹۵)

"اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔"

اور ساتھ ہی ہم اس بات کے دعویدار ہیں کہ چودہ معصومین علیہم السلام کا قول و فعل، قرآن مجید کی کسی آیت کے مخالف نہیں ہے۔ یہ ہم سے زیادہ قرآن مجید کے عالم ہیں۔ جب ایک ادنی سا شخص یہ جانتا ہے کہ خود کشی کرنا حرام ہے تو پھر جو کل قرآن کا عالم ہے اُس سے یہ بات کیسے مخفی ہو سکتی ہے تو معلوم ہوا اس میں ضرور کوئی راز پوشیدہ ہے اسی راز کو جاننے کے لئے ہم نے اس مقالہ کا اہتمام کیا ہے۔

خداوند عالم کی خاص توفیق سے اور چودہ معصومین علیہم السلام کے دامن توسل کو پکڑتے ہوئے کوشش کریں گے کہ اپنے محترم قارئین کے سامنے ان امور کے متعلق صحیح شیعہ عقیدہ پیش کریں۔

پہلا نکتہ: غیب کا لغوی اور اصطلاحی معنی:

عربی زبان میں غیب کے مقابلے میں جو لفظ استعمال ہوتا ہے وہ ہے حضور۔ اگر حضور کے معنی کو سمجھ لیا جائے تو پھر غیب کے معنی سمجھنے میں کوئی مشکل درپیش نہ ہو گی۔

انسان کا کسی چیز کو ظاہری یا بصیرت کی آنکھوں سے دیکھنا اور مشاہدہ کرنے کو حضور کہتے ہیں جیسا کہ راغب اصفہانی نے اپنی کتاب (المفردات فی غریب القرآن، ص ۲۶۷) "شھد" کے مادہ میں اسی معنی کو درج کیا ہے۔ اسی کے ساتھ ہی غیب کا معنی واضح ہو جاتا ہے کہ جب کوئی چیز آنکھوں سے اوجھل ہو جائے تو اس وقت یہ کہا جاتا ہے کہ یہ چیز میری آنکھوں سے غائب ہو گئی ہے اور یہی معنی قرآن مجید میں بھی استعمال ہوا ہے: "اِم کان من الغائبین" (النمل آیت ۲۰) "(جب) سلیمان نے ہدہد کو تلاش کیا اور وہ نظر نہ آیا تو کہا آخر مجھے ہو کیا گیا ہے میں ہدہد کو نہیں دیکھ رہا ہوں کیا وہ غائب ہو گیا" اور اسی معنی کی طرف راغب اصفہانی نے اشارہ کیا ہے کہ ہر وہ چیز جو قوت حس سے دور ہو جائے اور انسان کے علم سے اوجھل ہو جائے اسے غائب کہتے ہیں۔ (المفردات فی غریب القران۔ ص۔۳۳۶، مادۃ غیب) اور ابن منظور نے لسان العرب میں کہا ہے "ہر وہ جو آپ کی آنکھوں سے اوجھل ہو جائے غیب ہے" (لسان العرب ج ۱۰ ص ۱۵۱ مادۃ غیب)

اور علامہ محمد حسین طباطبائیؒ نے اپنی تفسیر (المیزان فی تفسیر القرآن) میں کہا ہے "غیب حضور کے بر عکس ہے اور ہر وہ جو حس کی حدود سے باہر ہو اسے غائب کہتے ہیں" (المیزان فی تفسیر القرآن ج ۱ ص ۴۵)

نوٹ: غیب اور حضور یہ معانی نسبیہ میں سے ہیں یعنی ممکن ہے کہ ایک

چیز ایک شخص کی نگاہوں سے اوجھل ہو مگر وہی چیز دوسرے شخص کی نگاہوں میں حاضر ہو۔اس بات کی وضاحت کے لئے ہم تین مثالیں پیش کرتے ہیں:

پہلی مثال:

ایک انسان اپنے ذھن میں جو چیز سوچ رہا ہوتا ہے وہ اس کی نسبت تو حاضرہے مگر دوسرے شخص کی نسبت غائب ہے کیونکہ ممکن ہے وہ اس چیزکے بارے نہ سوچ رہا ہو۔

دوسری مثال: جو انسان اس دنیا میں زندگی بسر کر رہا ہے اس کی نگاہوں سےاوجھل ہے کہ عالم برزخ میں کیا ہو رہا ہے لیکن جو شخص عالم برزخ میں زندگی گزار رہاہے وہ سب کچھ اس کے سامنے ہے جو عالم برزخ میں ہورہاہے۔

تیسری مثال: خدا وند عالم کو اپنی ذات کا علم، علم حضوری ہے یعنی ذات کا علم اس کے پاس حاضر ہے کیونکہ اس کا علم عین ذات ہے لیکن اسکی ذات کا علم باقی مخلوق سے اوجھل و غائب ہے۔اس گفتگو کا نتیجہ یہ ہوا کہ کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو خدا کی نسبت غیب ہے اور اس کا علم اُس کو محیط نہ ہو کیونکہ خدا ہر چیز کا عالم ہے۔"واعلموا ان اللہ بکل شیٔ علیم"(البقرۃ آیت۲۳۱) "جان لو کہ بے شک خدا ہر چیز کو جانتا ہے۔"اس کے علم کے وسیع دائرے سے کوئی چیز باہر نہیں ہے اگر ایسی بات ہے تو پھر کوئی چیز خدا کی نگاہ قدرت اور اس کے علم سے غائب نہیں ہے پھر خدا کو عالم غیب کہنے کا کیا معنی ہے؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ خدا کو عالم غیب کہنے کا معنی یہ ہے کہ جو چیز بھی مخلوق کی نگاہوں سے غائب ہے خدا اس غیب کا عالم ہے۔ اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ کوئی چیز خداکے علم سے غیب ہے۔ پس مخلوق کے مغیبات کا خدا عالم ہے ۔

پس خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو مخلوق کی نسبت غائب یا حاضر ہے وہ اللہ کی نسبت حاضر ہے۔

اسی مختصر بیان کے ساتھ غیب کا لغوی معنی بھی واضح ہو گیا ہے اور خدا کو عالم غیب کہنے کا معنی بھی واضح ہو گیا۔

توجہ:

اس مقالہ کو شروع کرنے سے پہلے ایک انتہائی علمی اور باریک نکتے کی طرف اپنے قارئین کی توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں اور وہ یہ کہ علم کلام کی اصطلاح میں علم غیب کا کیا معنی ہے ؟ اور کیا یہ لفظ (علم غیب)اصطلاح کے اعتبار سے غیر خدا پر بولا جاسکتا ہے کہ نہیں ؟

علم کلام کی اصطلاح میں علم غیب اس علم کو کہتے ہیں جو کسی سے مستفاد نہ ہو اور اس کا ذاتی علم ہو اس معنی کی روشن مین واضح ہو جاتا ہے کہ خداوندعالم کی ذات ہی وہ اکلوتی اور منفردذات ہے جس کا علم ذاتی ہے او کسی سے مستفاد نہیں ہے ۔اس کے علاوہ تمام بزرگ ہستیوں کو خدا نے اپنے علم غیب پر مطلع کیا ہے پس علم کلام کی اصطاح کی روشنی میں لفظ علم غیب فقط خداکے ساتھ خاص ہے کسی دوسرے پر اس کا اطلاق کرنا درست نہیں ہے لیکن اس کایہ معنی نہیں ہے کہ ان برگزیدہ بندوں کو خدا نے اپنے علم غیب پر مطلع نہیں کیا ہے۔خداوند عالم نے اپنی حکمت اور مصلحت کے مطابق ان کو گزشتہ موجودہ اور قیامت تک آنے والے تمام واقعات پر مطلع کیا ہے۔اب ہم شاہد کے طور پر علماء امامیہ کے چند اقوال کو آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں جن میں انہوں نے واضح لفظوں میں کہا ہے کہ علم غیب کی اصطلاح غیر خداکے لئے استعمال نہیں کی جاسکتی ۔

(۱) شیخ مفید علیہ الرحمہ فرماتے ہیں :

"فاما اطلاق القول علیھم بانھم یعلمون الغیب فھو منکربیّن الفساد لان الوصف بذلک انما یستحقہ من علم الشیاءء بنفسہ لایعلم مستفاد وحذا لایکون الااللہ عزوجل

"یہ کہنا کہ انبیاء اور آئمہ علیہم السلام غیب جانتے ہیں اس کا فاسد ہونا روز روشن کی طرح واضح ہے کیونکہ علم غیب کے ساتھ وہ موصوف ہو سکتا ہے جس کا علم ذاتی ہو ۔ کسی دوسرے سے مستفاد نہ ہو اور یہ بات خدا کے علاوہ کسی دوسرے میں موجود نہیں ہے ۔"(اوائل المقالات ص۔۷۵)

(۲)الشیخ طبرسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں :

"ولا نعلم احدا منھم استجاز الوصف بعلم الغیب لاحد من الخلق فانما یستحق الوصف بذالک من یعلم جمیع المعلومات لابعلم مستفاد وھذہ صفتہ القدیم سبحانہ العالم لذاتہ لایشرکہ فیھا احد من المخلوقین (مجمع البیان ج۵س ۲۶۴۔۲۶۵)

"ہم نہیں جانتے کہ شیعہ امامیہ میں سے کسی نے وصف علم غیب کوخدا کی کسی مخلوق کیلئے استعمال کیا ہو اس وصف کے ساتھ حقیقتًا وہی موصوف ہو سکتا ہے جو بغیر کسیے استفادہ کیے تمام معلومات کا عالم ہو اور یہ صفت فقط خدائے قدیم کیلئے ہے جس کا علم ذاتی ہے اس کی مخلوق میں سے اس صفت میں اس کے ساتھ شریک نہیں ہے ۔"

(۳)الشیخ جعفر سبحانی فرماتے ہیں :

"فان العلم بالغیب فی الکتاب لاعزیز ھو لاعلم النابع من الذات ای من ذات العالم الغیب غیر المغتصب من آخر وھذا یختص باللہ الواحد الاحد "(الایمان والکفر فی الکتاب والسنۃ۔ص۔۱۱۴)

"یعنی قرآن مجید میں جہاں بھی علم غیب کا لفظ آیا ہے اس سے مراد وہ علم ہے جو اس عالم کی ذات سے پھوٹ رہا ہو کسی دوسرے سے کسب نہ کیا ہو اور اس قسم کاعلم فقط خدائے واحد کے ساتھ مخصوص ہے۔"

اس معنی کے اوپر بہترین شاہدامیرالمومنینؑ کا وہ قول ہے کہ جب انہوں نے اپنے بعض اصحاب کو غیب کی خبریں دی تو بعض اصحاب نے کہا کیا مولاؑ آپ کو علم غیب حاصل ہے امامؑ مسکرائے اور فرمایا:"یا اخا قلب لیس ھو بعلم غیب انما ھو تعلم من ذی علم ۔"(نہج البلاغہ)

"اے برادر قلبی یہ علم غیب نہیں بلکہ ایک صاحب علم (رسولؐ) کی ہوئی باتیں ہیں ۔"اس کلام میں امام علیہ السلام نے ہمیں علم غیب کی تعریف بھی سمجھا دی کہ جو علم کسی دوسرے سے حاصل کیا جائے وہ علم غیب نہیں ہو تا ہے بلکہ علم غیب تو وہ ہے جو اس عالم کا ذاتی علم ہو اور یہ خداکے علاوہ کسی کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

اس بیان کی روشنی میں ہم اپنے مقالے میں جہاں بھی کہیں ان برگزیدہ بندوں کیلئے علم غیب کا لفظ استعما کریں گے وہ اپنے اصطلاحی معنی میں نہیں ہو گا بلکہ اس سے مرا دیہ ہو گی کہ خدا نے اپنے ان برگزیدہ بندوں کو غیب پر مطلع کیا ہے۔

تقلید

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید الرسل و خیر الخلق من الاولین و الآخرین و علی آلہ الغر المیامین و لعنۃ اللہ الشاملۃ علی اعداءھم الی یوم الدین ۔
امابعد فقد قال اللہ سبحانہ ،
ان الدین عنداللہ الاسلام ۔ وقال ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ و ھو فی الآخرۃ من الخاسرین۔

دین اور دین داری سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے تمام امور کو خواہ وہ شخصی ہوں یا اس کے اور لوگوں کے مابین تعلق رہن سہن برتاؤ سے منسلک ہوں جس طریقہ پر وہ شخص ان امور کو چلاتا ہے اس طریقہ کار کو اس کا دین کہا جائیگا۔ خدا وند عالم نے ان تمام طریقہ عمل و کردار کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ خدا کے نزدیک پسندیدہ دین فقط دین اسلام ہے ۔ اور جو اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو اپنائے گا ، ایسا طریقہ کار اپنی زندگی کے لیے اختیار کرے گا جو اسلام سے جدا ہو گا تو وہ اس سے ہر گز قبول نہیں کیا جائے گا۔ اگر ہم فکر کریں تو اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ انسان کا کسی دین کا پابند ہونا یہ فطرتی تقاضہ ہے ۔ حتیٰ کہ وہ شخص جو اپنے آپ کو بے دین کہتا ہے اور کسی بھی دین کا اپنے آپ کو پابند نہیں سمجھتا اس کا بھی ایک طریقہ عمل ہے اور وہی اس کا دین ہے ۔

لہٰذا دین کی ضرورت ایک فطرتی تقاضہ ہے جس سے کوئی بھی مستثنیٰ نہیں ہے ۔ اور خالق کائنات بانیٔ فطرت ہی سمجھتا ہے کہ صحیح دین کیا ہے ۔ اس خالق کائنات نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک ایک ہی دین کی خاطر نبیوں اور رسولوں کو بھیجا ۔

انسان کی اس لمبی تاریخ میں ضروریات زندگی اور صلاحیتوں کو فروعی احکام میں پیش نظر رکھا گیا ۔ اس میں کمی و بیشی ، تغیر و تبدیل حسب ضرورت ہوتی رہی ۔ جب انسان کی انسانیت تہذیب و تمدن کی صلاحیتوں کو حاصل کر چکی تو خدا وند عالم نے رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطہ سے ایک مکمل نظام جو انسانی زندگی کے ہر پہلو پر اس کی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک مکمل کامل اور متکامل فروعی نظام و اصولی نظام کے ساتھ لوگوں تک پہنچایا ۔ اور ان تمام احکام کو قرآن اور احادیث نبویؐ اور روایات آئمہ علیھم السلام میں بیان فرمایا ۔ ظاہر ہے کہ ہر انسان نہ قرآن کو سمجھ سکتا ہے اور نہ ہی روایات کے نشیب و فراز سے واقف ہو سکتا ہے ۔ ان احکام کو ان آیات و روایات سے سمجھنے کے لیے کئی کئی سال حوزہائے علمیہ میں درس و تدریس میں مشغول رہنا پڑتا ہے ۔ اس طرح اگر ہر انسان کا یہی فریضہ ہو تو دنیا کے تمام کاروبار معطل ہو جائیں گے ۔ نہ کسان کھیتی کر سکے گا، نہ انجنئیر مشینیں بنا سکے گا ، نہ ہوائی جہاز ، نہ بسیں نہ کاریں وغیرہ ۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ دین ہی نہیں رہے گا۔ کیونکہ دین کا معنیٰ ہے ضروریات زندگی اور مقتضیات فطرت کو شریعت کی رو سے درست کرنا اور اگر سب لوگوں پر مجتہد بننا فرض عینی ہو جائے تو اس سے تمام زندگی معطل ہو جائے گی ۔ اور یہ صرف علم دین سے ہی مربوط نہیں ہے بلکہ ضروریات زندگی میں سب کی یہی حالت ہے ۔ اگر سب لوگ ڈاکٹر بنیں یا انجنئیر یا کسان تو باقی صنعتیں معطل ہو جائیں گی ۔

اب اس کا معنی یہ ہوا کہ ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے لیے کاروبار اور واجبات کی تقسیم کی جائے ۔ کچھ ڈاکٹر بنیں اور لوگ ان سے بیماریوں میں فائدہ اٹھائیں گے ، صحیح دوا تعیین کرنے کے لیے ان سے مدد حاصل کریں گے ۔ اور اسی طرح کچھ لوگ کسان بنیں ۔ اور کچھ علم دین میں مجتہد بنیں گے تو ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے لیے انسان یا تو خود عالم بنے

یا کسی عالم پر اعتماد کرے اور عالم پر اعتماد کرنے کا نام ہے تقلید ۔ اور اگر اس کو مزید واضح کیا جائے تو یوں کہا جائے کہ خداوند عالم نے انسان کے مجموعی طور پر دو حصے قرار دیئے ہیں ۔ ایک جسم ہے اور دوسرا نفس ،دونوں کا باہم مل کر رہنے کا نام ہے زندگی اور ان کا ایک دوسرے سے جدا ہونے کا نام ہے موت ۔

جیسے وہ شخص جو ڈاکٹر نہ ہو تو عقل و شرع اجازت نہیں دیتی کہ اپنے جسم کو بیماری سے دور کرنے کے لیے اپنی مرضی اور خواہش سے دوا استعمال کرے ۔ اسی طرح نفس کی بیماریوں کو دور کرنے کے لیے اور نفس کی اصلاح کے لیے علماء دین کی ضرورت ہے ۔ کیونکہ وہی نفس کے طبیب ہیں۔ تقلید ایک فطرتی تقاضہ ہے اور اسی لئے اس کا جواز قرآن و روایات اھل بیت علیھم السلام سے ملتا ہے ۔ آیات قرآنی میں کئی آیتوں کا علماء نے تذکرہ فرمایا ہے ۔ ان میں سے سورہ توبہ میں ارشاد ہوتا ہے ۔

فلولانفرمن کل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين و لينذروا قومهم اذا رجعوا اليهم لعلهم يحذرون ۔ (توبہ۔۱۲۲)

اس آیت سے بالکل واضح ہے کہ لوگوں پر واجب کفائی ہے کہ وہ علم دین حاصل کریں اور لوگوں کو ہدایت کریں تاکہ لوگ ان کے فتاویٰ پر عمل کرکے نجات حاصل کریں۔

اور اسی طرح فرمان الٰہی ہے

فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لاتعلمون ۔

یہ آیت دو مرتبہ قرآن میں آئی ہے ۔ ایک دفعہ سورہ انبیاء اور دوسری مرتبہ سورہ نحل میں ۔ اس آیت سے واضح ہے کہ انسان پر اصلاح عمل کے لیے اہل علم سے مسائل دریافت کرنا واجب ہے ۔ اگرچہ بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اہل ذکر سے مراد آئمہ علیھم السلام ہیں ۔ لیکن وہ روایات اھل ذکر کو آئمہ علیھم السلام میں محصور نہیں کرتی ہیں ۔ اس لئے علماء نے دونوں آیتوں کو مطلق تصور فرمایا ہے ۔ اور اسی طرح بہت ساری ایسی روایات ہیں جن سے تقلید کا واجب ہونا ثابت ہوتا ہے ۔ ان میں سے کچھ روایات ایسی ہیں کہ جن میں معصوم نے لوگوں کو بعض علماء کی طرف مراجعت اور دینی احکام میں ان کی تقلید کا حکم دیا ہے ۔ جیسے یونس بن عبدالرحمٰن اورزکریا بن آدم اور یونس مولیٰ آل یقطین اور عمری اور ان کا بیٹا ۔ ان روایات کو صاحب وسائل نے مفصل تحریر فرمایا ہے ۔ اور کچھ روایات ایسی ہیں کہ جن میں امام نے مجتہدین کی طرف رجوع کرنے کا حکم فرمایا ہے ۔

امام زمانہ علیہ السلام (عج) فرماتے ہیں ۔

واما الحوادث الواقعة و فارجعوا فيها الى رواة احاديثنا هم حجتى عليكم و انا حجة الله عليهم ۔

اس کا معنٰی ہے لوگوں پر واجب ہے ابتلائی اور پیش آمد مسائل میں علماء کی طرف رجوع کریں ۔ امام نے ان کو لوگوں پر حجت بنایا ہے ۔ جیسے خود امام زمانہ عج خود علماء بلکہ تمام دنیا پر حجت ہیں ۔ اور کچھ روایات ہیں جن میں امام نے اپنے شاگردوں کو فتویٰ صادر کرنے کی اجازت دی ہے ۔ امام نے ابان بن تغلب سے فرمایااجلس فی مسجدالمدینہ و افت الناس فانی احب ان یری فی شیعتی مثلک ۔ اور اسی طرح آپؑ نے معاذ بن مسلم کو فرمایا جب انہوں نے مولاؑ سے فتووں کے بیان کرنے کا طریقہ بیان کیا ، اصنع کذ افانی کذا اصنع ۔

اور ظاہر ہے کہ مرد جب تک نبی یا امام نہ ہو تو وہ معصوم نہیں ہے ۔ اس سے اشتباہ اور غلطی ہونے کا امکان باقی رہے گا خواہ وہ کتنا بڑا ہی عالم ہوجائے ۔ اس لیے جیسے انسان اپنی ایک مہلک بیماری کے علاج کے لیے سب سے قابل ترین اور تجربہ کار ڈاکٹر کو اختیار کرتا ہے اسی طرح اپنے دین کی اصلاح کے لیے ، نفس کے علاج کے لیے ، جنت کاراستہ ڈھونڈنے کے لیے اور جہنم کی آگ سے بچنے کے لیے سب سے بڑے مجتہد تجربہ کار عالم کو اختیار کرے ۔ اور اس مہم کو پورا کرنے کے لیے انسان پر واجب ہے کہ وہ اہل اطلاع ، اہل خبر ہ سے رابطہ قائم کرے اور ان کی رہبری میں مرجع کی تشخیص اور تعین کرے ۔ اور اہل خبرہ میں ان چار صفات کا ہونا ضروری ہے ۔

۱)۔ وہ خود مجتہد ہو یا اجتہاد کے قریب پہنچ چکا ہو ۔ لہٰذا جو علم دین کے ابتدائی مراحل میں ہے اس کا حق نہیں ہے کہ وہ اعلم کی تشخیص میں زبان کھولے ۔

۲)۔ اس کی مختلف علماء سے علمی گفتگو بار بار ہوچکی ہو یا ان کی علمی بحثوں سے واقف ہو ۔ لہٰذا جو شخص اس توفیق سے مزین نہیں ہے اس کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ اعلم کے تعین کی اہلیت کا دعویٰ کرے۔

۳)۔ وہ روشن فکر ہو ، ظاہری زرق برق ، قومی اور عشیرتی انتساب سے دھوکہ نہ کھائے ۔ اور واضح ہے کہ اس روشن فکری کے بغیر انسان صحیح فیصلہ کرنے سے عاجز ہوگا۔

۴)۔ وہ شخص دین دار ، پرہیز گار ، مومن اور متقی ہو ۔ تاکہ اپنی ہواو ہوس کو فیصلہ کرتے وقت سامنے نہ رکھے۔

اَعلم کے تعین کے لئے ایسے دو اشخاص ضروری ہیں جو ان صفات کے حامل ہوں اور اَعلم کی تعین کا دوسرا طریقہ یہ بھی ہے کہ علمی ماحول میں جس شخص کے علم کی عظمت اور دبدبہ ثابت ہو جائے اور اس کے لیے عوام الناس میں شہرت کافی نہیں ہے ۔ کیونکہ ایسی شہرت پیدا ہونے کے کئی سبب ہوتے ہیں ۔ اور تیسرا طریقہ یہ ہے کہ انسان خود علوم دینیہ میں ماہر ہو اور بذات خود مجتہدین اور مراجع کو پرکھے ۔ اور اعلم کی معرفت حاصل کرے ۔ واضح ہے کہ وہ لوگ جو نجف اشرف سے بہت دور رہتے ہیں ان کے لیے یہ سب طریقے میسر نہیں ہوں گے ۔ البتہ پہلا طریقہ ممکن ہے کہ میسر ہوجائے ۔ لیکن جو شخص اپنے اندر یہ چار صفات پیدا نہیں کرسکتا ، جن کا تذکرہ اوپر ہوچکا ہے اس کے لیے عقلاً ، شرعاً اور من حیث الانسانیت جائز نہیں ہے کہ لوگوں کو دھوکہ دے اور اعلم کی تعیین میں اپنے آپ کو مبتلا کرے ۔ لہٰذا ان حالات کے پیش نظر مؤمنین کے لیے چاہیے کہ جب تک وہ اعلم کی تعیین اور تشخیص مندرجہ بالاطریقوں میں سے کسی ایک طریقہ سے حاصل نہ کرسکتے ہوں تو اس مجتہد کی تقلید کو اختیار کریں جو ان کی ضروریات زندگی ، رہن سہن ، رسم و رواج اور زبان کے لحاظ سے ان کی صحیح رہنمائی کرسکے ۔ اس طرح وہ اپنے دینی فریضہ سے سبک دوش ہوسکے گیں۔ واضح رہے کہ مذکورہ بالا قواعد سے درکنار تقلید کرنااپنے آپ کو دھوکہ میں ڈالنا ہے دین کے نام پر دین سے جدائی اختیار کرنا ہے ۔

میں دعا کرتا ہوں کہ خدا وند عالم میری قوم شیعہ کو عموماً اور برصغیر میں رہنے والے شیعوں کو خصوصاً توفیق عطاکرے کہ وہ خدائی دین کی صحیح پیروی کرسکے اور اس مظلوم قوم کی رہبری فرمائے ، ان کو شیاطین انس وجن کے دھوکہ سے محفوظ رکھے اور تمام علماء اور واعظین کو قوم کی خدمت کی توفیق عطاکرے ۔ اور قوم کے اس خادم کو بھی مزید اور مسلسل خدمت کی توفیق عنایت فرمائے ۔ واللہ الھادی

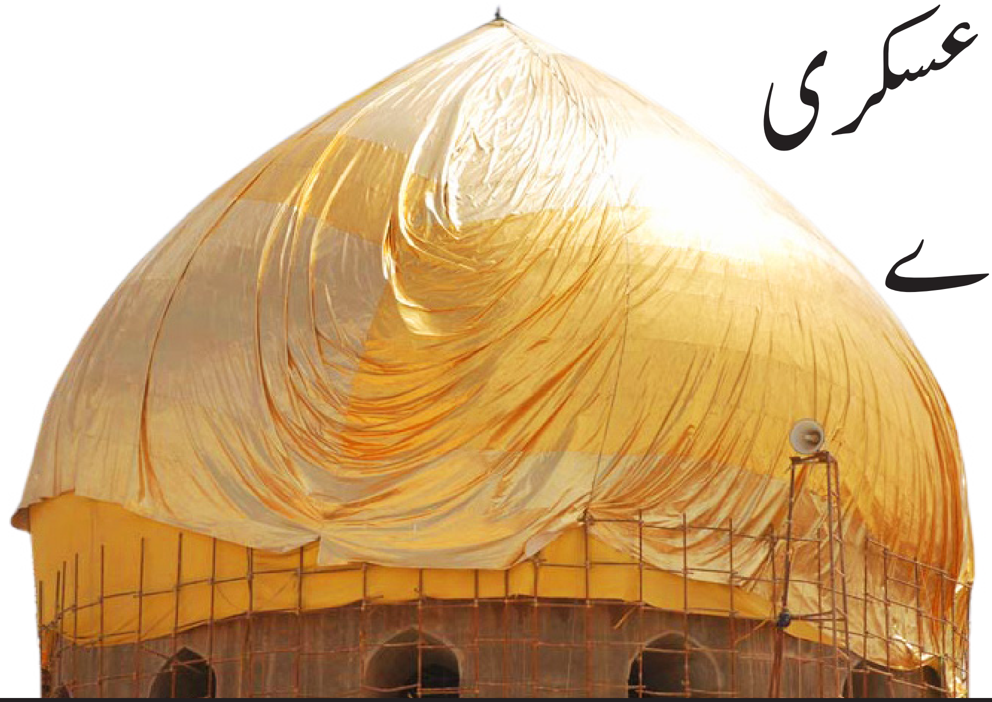

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے بارے میں

محمد تقی ہاشمی

کیا آپ جانتے ہیں کہ امام حسن عسکری علیہ السلام ربیع الثانی کے مہینے میں شہر سامراء کے محلّہ عسکر میں پیدا ہوئے اسی وجہ سے آپ کو عسکری کا لقب دیا جاتا ہے اور ایک قول کے مطابق آپ مدینہ میں پیدا ہوئے اور پھر اپنے والد کے ساتھ سامراء چلے گئے اور محلّہ عسکر میں رہنے لگے۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کی والدہ بہت بڑی عالمہ و فاضلہ تھیں اور لوگ امام حسن عسکری علیہ السلام کی شہادت کے بعد اپنے مسائل کے حل کے لئے آپ کی والدہ کی طرف بھی رجوع کیا کرتے تھے۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کو سخت نگرانی میں رکھا جاتا تھا چونکہ یہ بات بنی عباس کو معلوم ہوچکی تھی کہ ظلم کا قلع قمع کرنے والا امام مھدی عجل اللہ فرجہ الشریف آپ علیہ السلام کی نسل سے پیدا ہوں گے اور وہ انتظار میں تھے تاکہ امام مھدی علیہ السلام کو فوراً شہید کر دیا جائے۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کی زوجات کی تفتیش کے لئے عباسی خلفاء کی طرف سے خواتین کو بھیجا جاتا تھا تاکہ معلوم ہوسکے کہ کوئی زوجہ حاملہ تو نہیں۔ جس طرح فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت پر کیا تھا۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنی امامت کا زمانہ تین خلفاء کے زمانے میں گزارا اور ہر خلیفہ نے آپ علیہ السلام کو قید میں رکھا جب ایک خلیفہ ہلاک ہوتا تو کچھ آپ کو رہائی ملتی لیکن جب دوسرا آتا تو وہ آپ کو قید میں ڈال دیتا۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ امام حسن عسکری علیہ السلام پر سخت نگرانی کی وجہ سے آپ علیہ السلام کے شیعہ آپ تک نہیں پہنچ پاتے تھے اور ابو الادیان شیعوں کے خطوط امام علیہ السلام تک پہنچاتا تھا اور امام علیہ السلام کے جوابات شیعوں تک۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ امام حسن عسکری علیہ السلام اپنے شیعوں کو وصیت کرتے تھے کہ وہ انہیں سلام یا اشارہ نہ کریں تاکہ ان کی جان کو خطرہ نہ ہو اور جب امام علیہ السلام کا گزر کسی راستے سے ہوتا تو آپ علیہ السلام کے شیعہ سلام اور اشارہ کئے بغیر آپ کی زیارت کیا کرتے تھے۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ امام حسن عسکری علیہ السلام جب معتدی کی قید میں تھے تو اس نے دو شریر نوجوانوں کو آپ کی تنگی کے لئے بھیجا لیکن وہ نوجوان مکمل نیک بن گئے جب ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے کہا کہ یہ قیدی سارا دن روزے کی حالت میں ہوتا ہے اور ساری رات عبادت میں مصروف رہتا ہے اور جب اس نے ہماری طرف دیکھا تو ہمارے اندر اس کا رعب بیٹھ گیا اور ہمارا ضمیر بیدار ہوگیا۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کی طرف سے جو ہم تک علوم ومعارف پہنچے ہیں وہ باقی اماموں کی نسبت بہت تھوڑے ہیں جس کی وجہ آپ پر سخت نگرانی ہے۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کے زمانے میں ایک کندی نامی فلسفی نے گمراہی پر مشتمل ایک کتاب لکھی اور امام علیہ السلام کے اسی کے ایک شاگرد کے ذریعے اس تک ایک سوال پہنچایا تو وہ بہت متعجب ہوا اس نے کہا کہ آگ لے آو جب آگ آگئی تو اس نے اپنی کتاب کو جلا دیا۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ امام حسن عسکری علیہ السلام اپنے تمام لوگوں سے ان کی مادری زبان میں گفتگو فرماتے تھے جب کہ ان میں روم، ترک اور صقالیہ کے لوگ بھی ہوتے تھے تو آپ علیہ السلام کے ایک خادم نے دل میں تعجب کیا تو امام علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ اللہ نے اپنی حجت کو تمام مخلوق سے جدا کیا ہے اور اس کو ہر شیٔ کا علم عطا کیا ہے پس حجت خدا تمام زبانوں، نسب اور واقعات کو جانتا ہے اور اگر اس طرح نہ ہوتا تو پھر حجت اور محجوج میں فرق نہ رہتا۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کی شہادت پر معتمد عباسی نے آپ کی ساری میراث آپ کی زوجات اور آپ کے بھائی جعفر کے درمیان تقسیم کر دی تاکہ لوگوں کو یہ یقین ہو جائے کہ آپ لاوارث اس دنیا سے چلے گئے لیکن جنازہ کے دوران حضرت امام مھدی علیہ السلام پانچ سال کی عمر میں معجزاتی طور پر تشریف لائے اور اپنے چچا جعفر کو ایک طرف کرکے والد کا جنازہ پڑھایا۔

لندن سے آئے ہوئے مؤمنین کی مرجع عالی قدر دام ظلہ سے ملاقات

بچے کردار سے زیادہ سیکھتے ہیں

لندن سے آئے ہوئے مؤمنین نے مرجع عالی قدر دام ظلہ سے ان کے مرکزی دفتر میں ملاقات کی اس ملاقات کا مقصد مرجع عالی قدر سے علمی استفادہ کرنا تھا تربیت اولاد کے بارے میں کئے گئے ایک سوال کے جواب میں مرجع عالی قدر نے فرمایا اے میرے بیٹو اور بیٹیو بچے پیدا کرنا آسان ہے مگر ان کی تربیت بہت مشکل ہے خصوصا جب لوگ ایسے ماحول میں رہتے ہوں کہ جہاں کا ماحول دینی ماحول نہیں ہو وہاں پر بچوں کے دین کی حفاظت کرنا، ان کے اخلاق کی حفاظت کرنا کوئی آسان کام نہیں لہذا میں کچھ نصیحتیں اس بارے میں کرتا ہوں جو کہ آئمہ علیھم السلام کے فرامین سے ماخوذ ہیں ان نصیحتوں میں سے پہلی نصیحت یہ ہے کہ گھر میں دینی ماحول پیدا کرو یہ بہت مہم ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے گھر کا دینی ماحول ہے مگر حقیقت میں ان کے گھر کا دینی ماحول نہیں ہوتا مثلا آپ کھانا بھی کھا رہے ہیں اور قرآن بھی سن رہے ہیں بستر پر لیٹے ہوئے ہیں بچے کھیل رہے ہیں اور آپ مجلس و نوحے بھی سن رہے ہیں یہ اسلامی ماحول نہیں ہے اس طرح آپ قرآن ، مجلس اور نوحوں کو اہمیت نہیں دے رہے اگر ٹی وی پر قرآن لگا ہوا ہے تو سب بیٹھ کر قرآن سنیں اور اگر کوئی اور دینی پروگرام ہے مثلا مجلس ہے ٹی وی پر تو سامنے بیٹھ کر بچوں کو ساتھ بٹھا کر یہ پروگرام سنو۔ یہ دینی ماحول ہے لہذا گھر میں دینی ماحول پیدا کرو جب تک گھر میں دینی ماحول پیدا نہیں ہوگا آپ بچوں کی صحیح تربیت نہیں کرسکتے نہ اپنے دین کی حفاظت کرسکیں گے اور نہ بچوں کے دین کی حفاظت کرسکیں گے اسی طرح اگر نماز کا وقت ہوگیا ہے توسب کاموں کو چھوڑ کر پہلے نماز پڑھو اور میری بیٹیاں خصوصا نماز کے لئے اس طرح تیاریاں کریں کہ ان کی چھوٹی بیٹی کو بھی شوق پیدا ہو کہ وہ بھی اسی طرح آپ کے پہلو میں کھڑے ہو کر نماز پڑھے اسی طرح باپ بھی نماز کے لئے ایسی تیاری کرے کہ اس کے چھوٹے بچوں میں نماز کا شوق پیدا ہو اور وہ بھی اس کے پہلو میں نماز پڑھنے لگے ۔ یہ اسلامی اور دینی ماحول ہے۔

دوسری نصیحت یہ ہے کہ ہمارے بچے ہمارے کردار سے زیادہ سے زیادہ سیکھتے ہیں اور ہماری زبان سے بہت کم سیکھتے ہیں مثلا آپ زبانی کہنے کی بجائے کہ جھوٹ بولنا بری چیز ہے اس کو کردار سے بیان کریں مثلا صاحب خانہ بازار میں خریداری کے لئے نکلا اور گھر والوں نے کہا فلاں چیز لانا فلاں چیز لانا۔ اب وہ بازار پہنچا تو وہ چیز مہنگی تھی اور نہ خریدی اور بچہ بھی آپ کے ساتھ تھا اور آپ نے گھر میں کہا فلاں چیز مجھے نہیں ملی اب بچہ ساتھ تھا اس کو پتہ ہے کہ فلاں چیز موجود تھی اور آپ نے نہیں خریدی اب بچے کو پتہ چل جائے گا کہ آپ نے جھوٹ بولا ہے اب آپ ہزار دفعہ کہو کہ جھوٹ مت بولو جھوٹ بولنا حرام ہے تو وہ کبھی بھی قبول نہیں کرے گا اگر جھوٹ بولنا حرام ہے تو میرے باپ نے کیوں بولا ہے میں بات پھر دہراتا ہوں کہ ہمارے بچے ہمارے کردار سے زیادہ سیکھتے ہیں اور ہماری زبان سے کم ہمیں یاد ہے کہ جب میں نے آنکھ کھولی تو میرے دادا مرحوم کی داڑھی سفید تھی ان کی عمر اسی سال سے اوپر تھی خدا شاہد ہے میں نے کبھی مذاق میں بھی اپنے دادا کو جھوٹ بولتے نہیں سنا اور اسی طرح والد محترم اور والدہ محترمہ تھے۔

تیسری نصیحت یہ ہے کہ بچوں کو سات سال تک کچھ نہ کہو وہ کھیلیں کودیں جو کریں اور جب سات سال سے اوپر ہو جائیں تو خوب ان کی نگہبانی کرو وہ آپ کی آنکھوں کے سامنے رہیں اگر وہ سکول جاتے ہیں تو بھیس بدل کر ان کے پیچھے جاؤ اور دیکھو اس کے دوست کون ہیں وہ کس کے ساتھ بیٹھتے ہیں کس کے ساتھ کھیلتے ہیں اور ان کی کتابوں کی پڑتال کرواور ان کو شعور نہ ہونے دو کہ آپ ان کی اس طرح دیکھ بھال کر رہے ہیں ۔

آخری نصیحت یہ ہے کہ بچوں میں یہ شعور پیدا کرو کہ اسلام کا نظام دنیا کے تمام نظاموں سے پیارا ہے ، بہتر ہے ، رحمدل ہے ۔ بچوں کے کردار سے بتاؤ کہ اسلام کے نظام جیسا کوئی اور نظام دنیا میں کوئی اور نہیں ہے اسلام وہ ہے جس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پتھر جھیلے تھے اسلام وہ ہے جس کے لئے امام حسین علیہ السلام نے اپنا سر دیا تھا اسلام وہ ہے جس کے لئے بی بی زینب سلام اللہ علیھا کی چادر لوٹ لی گئی تھی اسلامی اخلاق کو اپنے بچوں کے سامنے پیش کرو، مرجع عالی قدر دام ظلہ نے مزید فرمایا کہ کینیڈا کے کچھ لوگ میرے پاس آئے تھے تو ان میں سے ایک خاتون نے مجھ سے شکایت کی کہ ہمیں لوگوں کو یہ کہتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے ہم مسلمان ہیں آپ بتائیں کہ ہم میں یہ احساس کیسے ختم ہو تو اس وقت مجھے امام باقر علیہ السلام کی روایت یاد آگئی جو آپ نے جابر انصاری کو ارشاد فرمائی تھی کہ اگر تیرے ہاتھ میں اخروٹ کا ایک دانہ ہو اور سب دنیا کہے کہ یہ تو بہت بڑا موتی ہے تو یہ تمھیں کیا فائدہ دے گا؟ کیونکہ آپ کو پتہ ہے یہ اخروٹ ہے موتی نہیں اور اگر تیرے ہاتھ میں قیمتی موتی ہو اور سب دنیا کہے کہ یہ اخروٹ ہے تو یہ تمہارے لئے مصیبت کا سبب نہیں چونکہ آپ کو پتا ہے یہ موتی ہے۔

اے میری بیٹی تمھیں پتہ ہے کہ تمہارے ہاتھ میں اسلام ہے بہت بڑا موتی ہے لوگ کہتے رہیں کہ یہ اخروٹ ہے یہ اچھا نہیں ہے۔ کفار کے ہاتھ میں اخروٹ ہے وہ اسے موتی سمجھ رہے ہیں۔

اے میرے بیٹو دنیا میں جتنے بھی نظام قائم ہیں اسلام کے علاوہ وہ سب بندوں کے بنائے ہوئے ہیں اور ضرورت کی ایجاد ہیں۔ فقط اسلام وہ دین ہے جو نہ ضروت کی ایجاد ہے اور نہ ہی بندوں کا بنایا ہوا بلکہ خدا نے بنایا ہے ۔

کثرت استغفار کثرت رزق کا سبب

لندن سے آئے مومنین نے مرجع عالی قدر سے سوال کیا کہ رزق کے اضافے کے لئے کونسا عمل کیا جائے تو جواب میں مرجع عالی قدر نے فرمایا کہ کثرت سے استغفار کرو اس سے رزق میں اضافہ ہوتا ہے جیسا کہ سورہ نوح کی آیت نمبر دس گیارہ بارہ میں ہے کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے کہ : استغفروا ربکم انہ کان غفارا یرسل السماء علیکم مدرارا ویمددکم اموالا و بنین
اپنے پروردگار سے معافی مانگو وہ یقینا بڑا معاف کرنے والا ہے وہ تم سے آسمان پر خوب بارش برسائے گا، وہ اموال اور اولاد کے ذریعے تمہاری مدد کرے گا ۔

استغفار فقط زبانی نہیں ہونی چاہئے کہ اپنے پچھلے گناہ پر نادم ہو اور خدا سے آئندہ گناہ نہ کرنے کا وعدہ کرے اور اہلبیت علیھم السلام نے بھی اپنے شیعوں کے کثرت سے استغفار کرنے کی طرف متوجہ فرمایا ہے ایک شخص امام علیہ السلام کے پاس آیا اور عرض کیا میری اولاد نہیں ہو رہی تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ کثرت سے استغفار کرو یہ سب سے بہتر عمل ہے اور اگر کوئی خاص مشکل ہو مثلا یہ کہ مجھے فلاں جگہ نوکری مل جائے تو انسان اس طرح منت مانے کہ خدایا اگر میری یہ دعاء اور حاجات قبول ہوجائے تو میں تین دن مسلسل روزے رکھوں گا۔

امریکہ ، بحرین ، لندن اور پاکستان سے آئے ہوئے ڈاکٹروں کی مرجع عالی قدر دام ظلہ سے ملاقات

چہلم امام حسین علیہ السلام کے موقع پر امریکہ ، بحرین ، لندن اور پاکستان سے نجف اشرف میں آئے ہوئے ڈاکٹروں نے مرجع عالی قدر دام ظلہ سے ان کے مرکزی دفتر میں ملاقات کی ، اس ملاقات کا مقصد مرجع عالی قدر دام ظلہ کی زیارت اور ان سے علمی استفادہ کرنا تھا۔

ڈاکٹروں کے اس وفد سے مرجع عالی قدر دام ظلہ نے فرمایا ڈاکٹر کے لئے دو خصوصیات کا ہونا ضروری ہے ایک یہ ہے کہ وہ اپنے فن میں ماہر ہو اور دوسرا اس کا اخلاق اچھا ہو اور یہی دو صفات ایک عالم کے لئے بھی ضروی ہیں وہ علم دین میں مہارت رکھتا ہو اور اس کا اخلاق اچھا ہو ۔ اگر ڈاکٹر کے پاس ان دو خصوصیات میں سے کوئی ایک بھی نہیں ہو گی تو وہ کامیاب ڈاکٹر نہیں ہو گا بالکل اسی طرح اگر عالم کے پاس بھی ان دو خصوصیات میں سے کوئی ایک نہیں ہوگی تو وہ کامیاب عالم دین نہیں ہوگا۔ جس طرح ڈاکٹروں کے پاس ان دو صفات میں سے ایک صفت کا فقدان کسی انسان کی زندگی کو ختم کر سکتا ہے اسی طرح عالم کے پاس بھی ان دو چیزوں میں سے ایک کا نہ ہونا معاشرے کو تباہی کے دہانے پر لے کر جاسکتا ہے ۔ عالم کے لئے سب سے بہترین چیز اور مفید چیز اس کا عمل ہے لوگ قول سے زیادہ عمل سے سیکھتے ہیں جیسا کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چالیس سالہ زندگی میں اپنے عمل کو پیش کیا اور صادق و امین کے لقب سے مشہور ہو گئے ، چالیس سال عمل کو پیش کرنے کے بعد باقی تئیس سال میں تبلیغ کے کام کو انجام دیا کہ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج پوری دنیا میں کوئی ایسا شہر نہیں ہوگا جہاں پر اشھد ان محمد رسول اللہ کہنے والا نہ ہو۔ مصدر اسلامی میں سے کوئی ایسا مصدر نہیں ہے جس میں یہ ذکر ہو کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کوئی اور نبی خلق عظیم کے منصب پر فائز ہو کوئی نبی اس وصف کے ساتھ متصف نہیں ہے سوائے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ۔ خدا کی ذات نے آپ کو خلق عظیم کے لقب سے ملقب فرمایا ۔

اے میرے بھائیو! انسان دو چیزوں سے مرکب ہے بدن اور روح ۔ اگر بدن خراب ہوگا تو روح بھی خراب ہوگی اور اگر روح میں خلل ہوگا تو بدن میں بھی خلل واقع ہوگا ان دونوں چیزوں کا آپس میں گہرا ربط ہے انسان کے لئے ضروری ہے کہ اس کے یہ دونوں اجزاء صحیح ہوں اور اگر انسان کا بدن بیمار ہو تو اس کا علاج ڈاکٹر کرتے ہیں اور اگر انسان کی روح بیمار ہو جائے تو اس کا علاج عالم ربانی کرتا ہے ۔

امام زمانہ علیہ السلام کے بارے میں سوال اور مرجع عالی قدر آیت اللہ العظمی بشیر حسین نجفی دام ظلہ کے جوابات

مترجم: سید نذر حسنی نجفی

سوال: وہ کونسا ایسا راز ہے جس کی وجہ سے امام مھدی علیہ السلام پردہ غیبت میں ہیں نیز اس غیبت کا کیا فائدہ ہے؟

جواب: اللہ تعالی کے کاموں میں مصلحت اور علت کو سوائے اللہ تعالی کے اور کوئی نہیں جانتا اور نہ ہی پروردگار کے علاوہ اسے جاننے کا کوئی ذریعہ ہے پس غیبت امام علیہ السلام کی حقیقی علت خدا کے علم میں ہے البتہ جو کچھ روایات سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ غیبت امام علیہ السلام اللہ تعالی کی طرف سے بندوں کے لئے عقوبت اور سزا ہے پس بندوں کی سرکشی، شریعت سے دوری اور طاغوت اور جابر حکمرانوں کی پیروی کی وجہ سے اللہ تعالی نے بندوں کو امام علیہ السلام کے مقدس وجود ظاہری سے محروم کر دیا ہے کیوں کہ باقی آئمہ علیھم السلام لوگوں کے درمیان رہے لیکن لوگوں نے ان کے مقدس وجود سے فائدہ حاصل کرنے کی بجائے ان کے حقوق ان سے چھین لئے اور ان سے ایسا سلوک کیا کہ وہ بے ناصر و مددگار مجتمع سے دور زندگی گزارنے پر مجبور ہو گئے ۔ باقی رہا کہ اس غیبت کا کیا فائدہ ہے تو چونکہ انبیاء اور آئمہ علیھم السلام کو اللہ تعالی کی طرف سے دین کے نفاذ اور اپنی حفاظت کے لئے معجزہ کو استعمال کرنے کی اجازت نہیں تھی لہذا امام علیہ السلام کے لئے لازمی تھا کہ وہ لوگوں کی نظروں سے دور پردہ غیبت میں چلے جائیں تاکہ وہ اس کے ذریعے اپنے آپ کو ان لوگوں سے محفوظ رکھ سکیں جنہوں نے امام مھدی علیہ السلام کے آباء و اجداد، ان کی اولاد اور ان کے شیعوں کو قتل کیا یہاتنکہ امام مھدی علیہ السلام کی مدد کرنے والوں کی اتنی تعداد میسر آجائے کہ جن کے ذریعے ان تمام حقوق کو واپس لے سکیں جو ان سے اور ان کے آباء و اجداد سے ظالموں نے چھین رکھے ہیں امام مھدی علیہ السلام کے اس دنیا میں مقدس وجود کا فائدہ یہ بھی ہے کہ وہ اپنے شیعوں کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں ان کی رہنمائی کرتے ہیں اور ان کی صراط مستقیم پر گامزن رہنے میں مدد کرتے ہیں لیکن ہمیں اس بات کا شعور اور علم نہیں ہوپاتا کہ ہماری رہنمائی مدد کرنے والا ہمارا محسن ہمارا امام ہے ۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ جس طرح سورج کے بادلوں یا کسی اور چیز میں چھپ جانے کے باوجود بھی ہم اس کے وجود سے مستفید ہوتے رہتے ہیں بالکل اسی طرح پردہ غیبت کے ہوتے ہوئے بھی امام علیہ السلام کے مقدس وجود سے پوٹھنے والے فیوض اور برکات کی کرنیں ہم تک پہنچتی رہتی ہیں ۔

سوال: مامنا الا مقتول او مسموم یعنی ہم اہلبیت میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو مقتول یا مسموم نہ ہو یہ روایت اس پہ دلالت کرتی ہے کہ تمام معصومین علیھم السلام قتل یا زہر کے ذریعے دنیا سے رخصت ہوں گے یعنی کوئی بھی طبعی طور پر دنیا سے رخصت نہیں ہوگا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا وہ روایت

بھی اسی قاعدہ کے ضمن میں وارد ہوئی ہے کہ سعیدہ التمیمیہ نامی عورت امام مھدی علیہ السلام کو زہر دے کر شہید کرے گی جبکہ ہم جانتے ہیں کہ یہ روایت جامع الاخبار میں وارد ہوئی ہے ؟

جواب: یہ روایت جس کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے سند کے لحاظ سے صحیح نہیں ہے بلکہ خود کتاب جامع الاخبار کے بارے میں بھی علماء کا اختلاف ہے کہ آیا حقیقتاً یہ کتاب شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے لکھی تھی یا ان کیطرف منسوب کر دی گئی ہےاور باقی رہی وہ روایت کہ جس میں کہا گیا ہے کہ تمام آئمہ علیھم السلام زہر یا تلوار کے ذریعے شہید ہوں گے بعض افراد کے نزدیک مورد اشکال ہے لیکن باوجود اس کے تاریخ اور وہ حوادث جن کا سامنا آئمہ علیھم السلام کو کرنا پڑا اس روایت کے مضمون کلام پر شاہد ہیں۔

سوال: کچھ ایسی روایات ملتی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام مھدی علیہ السلام کا نام مبارک لینا حرام ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اگر ان کا نام لیا جائے تو اس کی وجہ سے ظالموں کے ہاتھوں امام علیہ السلام کی گرفتاری یا ان کی شہادت کا ڈر ہے اب اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے چند سوالات پیدا ہوتے ہیں :

ا:ان روایات کی سند کی حوالے سے کیا حیثیت ہے؟

۲:اگر روایات میں امام علیہ السلام کا نام لینے سے منع کرنے کی وجہ گرفتاری وغیرہ کا ڈر ہے تو کیا جب اس قسم کا کوئی ڈر، خوف یا خدشہ نہ ہو تو امام علیہ السلام کا نام لینا حرام نہیں ہوگا؟ یا کیا یہ نام لینے کا حکم تعبدی ہے کہ جس کا کسی زمانے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے؟

۳: ہم کس طرح یہ بات سمجھیں یا تسلیم کریں کہ آئمہ علیھم السلام نے ان کا نام نہ لینے کا حکم دیا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کا نام ہر ایک جانتا ہے حتی کہ ان کے دشمن بھی ان کے نام سے واقف ہیں پس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام مھدی علیہ السلام کی بشارت دی اور فرمایا اسمہ اسمی وکنیتہ کنیتی یعنی اس کا نام میرے نام پہ اور اس کی کنیت میری کنیت ہوگی۔ پس ہر ایک کو ان کا نام معلوم ہونے کے باوجود ان کے نام کو مخفی رکھنے کا کیا فائدہ ہے؟

جواب: جن روایات میں ولی اللہ الاعظم حضرت امام مھدی علیہ السلام کا نام نہ لینے کا حکم دیا گیا ہے ان کی تعداد بہت زیادہ ہے اور اس کثرت تعداد کی بنیاد پر ہم تواتر اجمالی یا تواتر معنوی کا آسانی سے دعوی کر سکتے ہیں اور یہی چیز ہمیں ہر ہر روایت کی سند دیکھنے سے بے نیاز کر دیتی ہے کیونکہ اس تواتر اور روایات کی کثرت کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم دعوی کر سکتے ہیں کہ ان میں سے بعض روایات کی سند صحیح ہے پس جب یہ روایات متواترہ ہیں تو اس بات میں کسی قسم کا شک باقی نہیں رہتا کہ امام علیہ السلام کا نام مبارک نہ لینے کا حکم ثابت ہے البتہ باقی رہا یہ کہ آیا یہ حکم کسی خاص علت یا وجہ کی بناء پر ہے یا دشمنوں کی طرف سے امام علیہ السلام کی تلاش ، گرفتاری یا شہادت وغیرہ کے خوف و خدشہ کے ساتھ یہ حکم مربوط و مقید ہے یعنی جب اس قسم کا خوف نہ ہو تو نام لینے کا حکم ختم ہو جائے گا پس ضروری نہیں کہ امام علیہ السلام کے نام کے ذکر کرنے سے یہ وجہ ہو خصوصا جب کہ اخبار میں صراحتا بیان کر دیا گیا ہے کہ ان کا نام وہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ہے اور امام علیہ السلام کی کنیت اور لقب تو چھوٹے بڑے، مومن کافر، دوست دشمن ہر ایک کے درمیان معروف ہے اور یوں بھی جب کوئی امام علیہ السلام کی تلاش میں نکلا ہوا ظالم ان سے ان کے نام کے بارے میں سوال کرے تو وہ اپنے اس مخصوص نام کے علاوہ اپنے بہت سارے اسماء میں سے کوئی ایک نام بھی بتا سکتے ہیں اور وہ اس طرز عمل کے ذریعے ظالموں سے محفوظ رہ سکتے ہیں پس جو شخص بھی امام علیہ السلام کا نام مبارک جانتا ہے اس کے لئے ان کا نام نہ لینے کا حکم تعبدی ہے لیکن امام علیہ السلام نے خود اپنے نام مبارک کو نام بتایا ہے اور ان کے علاوہ بہت سارے علماء نسب اور علماء تاریخ نے بھی اسے ذکر کیا ہے کہ امام علیہ السلام کے والد کی کنیت ابو محمد ہے ۔ باقی رہی یہ بحث کہ امام علیہ السلام کے اسم مبارک کو مخفی رکھنے کا کیا فائدہ ہے تو جب کہہ چکے ہیں کہ ان کا اسم مبارک نہ ذکر کرنے کے بارے میں حکم تعبدی ہے تو پھر یہ بحث کرنے کی گنجائش ہی نہیں رہتی لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کا نام مبارک مخفی رکھنے کے بہت فوائد ہیں کہ جن میں ان کے نام مبارک کی ہیبت اور احترام میں اضافہ بھی شامل ہے یعنی جس طرح خود امام علیہ السلام غائب اور مخفی ہیں اسی طرح ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم ان کے نام کو مخفی رکھیں تاکہ لوگ ان کی ذات کی طرح بلکہ ان کی ذات سے بھی پہلے ان کے نام مبارک کے شائق اور مشتاق رہیں اس کے علاوہ اس کے اور بھی فوائد کا فرض کرنا ممکن ہے۔

سوال: محقق قمی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابلیس کو نیزہ مار کر قتل کریں گے اور بعض دوسری روایات اور اخبار میں وارد ہوا ہے کہ امام مھدی علیہ السلام کوفہ کے قریب ابلیس کو قتل کریں گے ان دونوں روایتوں کے درمیان جمع کسطرح ہوگا؟

جواب: سب سے پہلے تو ان دونوں روایتوں کی سند کو دیکھنا ہوگا جو روایت بھی ضعیف ہو اسے رد کردیں اور دوسری کو معتبر سمجھیں گے پس اس طرح دونوں روایتوں میں موجود تعارض ختم ہو جائے گا اور اگر دونوں روایتیں سند کے لحاظ سے صحیح ہوں تو ہم اس کی تاویل و تفسیر یوں کریں گے کہ حضرت امام مھدی علیہ السلام حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے شیطان کو قتل کریں گے جیسے کوئی سلطان اپنی فوج کو کسی کام کا حکم دیتا ہے اور یہ کام سلطان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور اسی معنی کی تفسیر اللہ تعالی کا یہ قول بھی کر رہا ہے و ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی ۔ اے رسول تم نے جس وقت ان کو پتھر مارا تو یہ پتھر تو نے نہیں مارا بلکہ خدا نے مارا۔ (سورہ انفال آیت ۱۷)

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے کہ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ، بے شک جو لوگ آپ کی بیعت کرتے ہیں وہ در حقیقت اللہ کی بیعت کرتے ہیں۔ (سورہ الفتح آیت ۱۰)

سوال: حضرت عیسی علیہ السلام ہی کیوں امام مھدی علیہ السلام کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے اور یہ امر حضرت عیسی علیہ السلام کے ساتھ کیوں مختص ہے کسی اور نبی کے ساتھ نہیں؟

جواب: آپ کا یہ سوال بالکل ایسے ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام کیوں حضرت نوح علیہ السلام کے بعد آئے پس رسولوں اور انبیاء اور حجج الہی کا بھیجنا خدا کا کام ہے اللہ تعالی کے ہر کام میں کیا مصلحت چھپی ہوتی ہے اس کا علم فقط خدا کو ہوتا ہے بہر حال اس بات کا جاننا انتہائی ضروری ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ تکالیف اور پریشانیاں اہل کتاب یہود و نصاری سے پہنچیں ، عیسائیوں اور یہودیوں کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ حضرت عیسی ابن مریم علیھما السلام کی پیروی کریں پس جب وہ حضرت عیسی علیہ السلام کو حضرت امام منتظر علیہ السلام کی فوج میں دیکھیں گے تو یہ ان کے لئے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر محکم دلیل ہوگی ۔ حضرت عیسی علیہ السلام کو امام مھدی علیہ السلام کے ساتھ شائد اس لئے خاص قرار دیا گیا ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کی لشکر امام علیہ السلام میں موجودگی جنگ سے پہلے اہل کتاب کے لئے اتمام حجت قرار پائے۔

امام صادق علیہ السلام کا اپنے شیعوں کے نام ایک خط

حصہ دوم

شیخ جعفر علی نجفی

مرحوم کلینی نے جس اس حدیث سے روضۃ الکافی جلد کی ابتداء کی ہے وہ چھٹے امام جعفرالصادق علیہ السلام کا اپنے اصحاب یعنی اپنے زمانے کے شیعہ کی طرف ایک خط ہے۔

امام علیہ السلام کے اس خط کو مرحوم کلینی نے تین اسانید کے ساتھ ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ امام علیہ السلام نے اس خط کے لکھنے کے ساتھ اپنے شیعوں کو یہ حکم دیا اس خط کو پڑھیں ،پڑھائیں،اس میں غور و فکر کریں، بار بار اس میں نظر کریں اور اس پر عمل کریں تو اسی وجہ سے مومنین اس مبارک خط کو اپنے گھروں میں جائے نماز میں رکھا کرتے تھے اور نماز سے فارغ ہو کر اس میں غور و فکر کیا کرتے تھے۔

چونکہ یہ خط عربی زبان میں تھا تو عرب مومنین تک آسانی سے پہنچ گیا مگر دوسری زبان رکھنے والے مومنین تک بھی پہنچانا چاہئے تاکہ دنیا میں جہاں کہیں بھی جعفر صادق علیہ السلام کو اپنا امام ماننے والا موجود ہو وہ اپنے امام کی طرف سے آنے والے خط کے مضمون سے آگاہ ہو سکے۔

اسی امر کو مد نظر رکھتے ہوئے کوشش کی جارہی ہے کہ اردو زبان والوں تک پہنچانے کی ذمہ داری نبھائی جائے چونکہ یہ خط بہت سارے صفحات پر مشتمل ہے تو اسے قسط وار نشر کرنا مناسب ہے اور ایک آدمی اتنا ہی اس کلام کو اہمیت دے گا جتنا اس کی نگاہ میں امام کی ذات مقدس اھم ہے یہ اس خط کا دوسرا حصہ ہے پہلا حصہ پچھلے شمارے میں نشر کیا گیا تھا۔

اس مبارک خط کے دوسرے حصے کا مضمون کچھ یوں ہے۔

و قال: إن العبد إذا كان خلقه الله في الأصل أصل الخلقة مؤمنا لم يمت حتى يكره الله إليه الشر و يباعده منه و من كره الله إليه الشر و باعده منه عافاه الله من الكبر أن يدخله و الجبرية فلانت عريكته و حسن خلقه و طلق وجهه و صار عليه وقار الإسلام و سكينته و تخشعه و ورع عن محارم الله و اجتنب مساخطه و رزقه الله مودة الناس و مجاملتهم و ترك مقاطعة الناس و الخصومات و لم يكن منها و لا من أهلها في شيء، و إن العبد إذا كان الله خلقه في الأصل أصل الخلق كافرا لم يمت حتى يحبب إليه الشر و يقربه منه، فإذا حبب إليه الشر و قربه منه ابتلي بالكبر و الجبرية فقسا قلبه، و ساء خلقه، و غلظ وجهه، و ظهر فحشه، و قل حياؤه، و كشف الله ستره، و ركب المحارم فلم ينزع عنها، و ركب معاصي الله، و أبغض طاعته و أهلها، فبعد ما بين حال المؤمن و حال الكافر، سلوا الله العافية و اطلبوها إليه و لا حول و لا قوة إلا بالله.

امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے شیعوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں :
جب کسی بندے کو اللہ اصل خلقت میں مومن خلق کرتا ہے تو اس وقت تک بندے کو موت نہیں دیتا جب تک شر اور برائی کو اس کی نگاہ میں ناپسندیدہ بنا کر اس سے دور نہ کر لے اور اللہ جس کسی سے برائی کو دور کر دے اور اس کی نگاہ میں شر کو ناپسندیدہ بنا دے تو خود اللہ ہی ایسے شخص کو محفوظ رکھے گا اس بات سے کہ تکبر اور جبر اس کی ذات میں داخل ہو جائے، تو نتیجۃ اس بندے کی طبیعت میں نرمی آئے گی اور اس کا اخلاق بھی اچھا ہوتا جائے ،اس کا چہرا ہشاش بشاش رہے گا۔ اسلام ، وقار ، سکونت اور خشیعت الہی کے آثار نمودار ہوں گے ۔ اسی طرح خدا کی حرام کردہ چیزوں سے پرہیز کرے گا اور اس کی ناراضگی سے اپنے آپ کور رکھے گا۔ اور اللہ اسے لوگوں کی محبت اور حسن سلوک سے بہرہ مند کر دے گا نیز یہ بندہ لوگوں کے بائیکاٹ اور جھگڑے سے محفوظ رہے گا اور نہ وہ کسی سے جھگڑے میں طرف بنے گا اور نہ جھگڑا کرنے والوں سے ہوگا] جبکہ اس کے مقابل میں]اگر اللہ کسی بندے کو اصل خلقت میں کافر خلق کرے تو اس وقت تک اسے موت نہیں آتی جب تک اللہ شر کو اس سے قریب تر اور محبوب ترین نہ بنا دے ، اور جب اللہ برائی کو اس سے قریب کر دے گا اور محبوب ترین بنا دے تو اسے تکبر اور جبر میں مبتلاء کر دے گا نتیجۃ اس کا دل سخت ہوتا جائے گا ،بد اخلاق ہوتا جائے گا، اس کے چہرے سے غلاظت ٹپکے گی، اس کا فحش ظاہر ہوجائے گا ، حیاء کم ہوتی جائے گی، اللہ اس کے پردے کو چاک کر دے گا، پھر یہ گناہوں سے پرہیز نہیں کرے گا، محرمات الہی اور معصیت الہی کا مرتکب ہوتا چلا جائےگا اور یہ شخص اللہ کی اطاعت سے بھی نفرت کرے گا اور اہل طاعت سے بھی ۔ لہٰذا مومن اور کافر کا حال ایک دوسرے سے بہت دور ہے ،[تو اے میرے شیعو]اللہ سے سوال عافیت کرو اور اسی عافیت کے طفیل اللہ کی طرف راغب ہو جاو [بے شک] کوئی قوت و

قدرت نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے ۔

ضروری وضاحت::

امام علیہ السلام کے اس کلام کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مومن یا کافر خلق کیا ہے اور جیسے اس نے خلق کیا ہے وہ ویسے ہی ہے انسان کو اس میں کوئی اختیار اور مداخلت کی گنجائش نہیں کیونکہ اس سے جبر لازم آتا ہے، انبیاء کا ہدایت کے لئے بھیجنا، آسمان سے کتب کا نازل کرنا سب کچھ فضول ہوجائے گا بلکہ اگر یہی مراد ہوتا تو پھر مناسب نہیں تھا کہ تھوڑا سا آگے چل کر مومنین کو نصیحت کرتے ہوئے فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ سے مومن جیسے حالات طلب کرو اگر سارا کچھ خلقت میں ہوتا تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا بے سود تھا۔ بلکہ یہ معنی مراد لینا تو اصل ہی سے یہ نصیحت بھرے خط لکھنے کے منافی ہے۔ لہٰذا یقیناً یہ معنی مقصود نہیں ہوسکتا بلکہ مراد یہ ہوسکتی ہے کہ ہر انسان کی خلقت ہی سے اس کی طبیعت اور مزاج میں کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو اس کو اچھائی یا برائی کی طرف کھینچتی ہیں لیکن وہ اس قدر طاقت ور نہیں ہوتیں کہ جن کے سامنے انسان مجبور ہو جائے بلکہ اس کا اختیار ہمیشہ محفوظ رہتا ہے، خلقت میں موجود عوامل کے بعد گھر کی تربیت اور معاشرے کی تاثیر بھی ہوتی ہے لیکن پھر بھی انسان اپنے ارادہ و اختیار کا مالک رہتا ہے نہ برائی کرنے میں بے بس ہوتا ہے اور نہ نیکی کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔

صبروا النفس على البلاء في الدنيا فإن تتابع البلاء فيها و الشدة في طاعة الله و ولايته و ولاية من أمر بولايته خير عاقبة عند الله في الآخرة من ملك الدنيا و إن طال تتابع نعيمها و زهرتها و غضارة عيشها في معصية الله و ولاية من نهى الله عن ولايته و طاعته فإن الله أمر بولاية الأئمة الذين سماهم في كتابه في قوله وَ جَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا و هم الذين أمر الله بولايتهم و طاعتهم، و الذين نهى الله عن ولايتهم و طاعتهم و هم أئمة الضلال الذين قضى الله أن يكون لهم دول في الدنيا على أولياء الله الأئمة من آل محمد صلى الله عليه و آله و سلم يعملون في دولتهم بمعصية الله و معصية رسوله صلى الله عليه و آله و سلم ليحق عليهم كلمة العذاب و ليتم أمر الله فيهم الذي خلقهم له في الأصل أصل الخلق من الكفر الذي سبق في علم الله أن يخلقهم له في الأصل و من الذين سماهم الله في كتابه في قوله وَ جَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَدْعُونَ إِلَى النَّارفتدبروا هذا و اعقلوه و لا تجهلوه فإن من جهل هذا و أشباهه مما افترض الله عليه في كتابه مما أمر به و نهى عنه ترك دين الله و ركب معاصيه فاستوجب سخط الله فأكبه الله على وجهه في النار.

دنیا میں اپنے نفس کو بلاوں پر صبر کرنے کا عادی بناو چونکہ اس دنیا میں پے در پے بلاوں کا آنا، اور اللہ کی اطاعت میں سختیاں سہنا، اسی طرح ولایت الٰھی اور ولایت نمائندہ والٰہی کی خاطر سختیاں برداشت کرنا، ان تمام چیزوں کا آخرت میں اللہ کے ہاں بہترین اجر ہے۔جو اس دنیا کے مال سے کہیں زیادہ بہتر ہے اگرچہ اللہ کی نافرمانی میں اور جس کی ولایت سے اللہ نے منع کیا ہے اس کی سرپرستی و طاعت میں دنیا کی نعمتیں فراواں ہوں، دنیا کی چمک دمک مل جائے، اور اس کی لذات زندگی میں ملتی رہیں [پھر بھی اللہ کے نزدیک جو عاقبت ہے وہ اس سے بہتر ہے]بے شک اللہ تعالیٰ نے آئمہ علیہم السلام کی ولایت کا حکم دیا ہے، جن کی نشاندہی اس نے اپنی کتاب میں، اس قول کے ذریعے کی ہے /سورہ سجدہ آیت ۲۴ترجمہ: اور ہم نے ان میں سے کچھ کو امام قرار دیا ہے جو ہدایت کرتے ہیں ہمارے امر سے ۔یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کی ولایت و طاعت کا حکم اللہ نے دیا ہے اور جن کی ولایت، سرپرستی اور طاعت سے اللہ نے روکا ہے منع کیا ہے وہ گمراہی کی طرف لے جانے والے امام ہیں جن کے بارے میں اللہ نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ دنیا میں اولیاء الٰہی اور آئمہ آل محمد علیہم السلام کے مقابلے انکی حکومت ہوگی اور یہ آئمہ ضلال اپنی حکومت میں اللہ اور اس کے رسول کی معصیت کرتے رہیں گے تاکہ ان پر کلمہ عذاب ثابت ہوجائے اور ان کے بارے میں امر الٰہی بھی تمام ہوجائے اور جس کی وجہ سے انہیں خلق کیا ہے وہ یہ کہ ان کی اصل خلقت کفر پر ہوئی ہے اور یہ بات ان کی خلقت سے پہلے ہی ان کے علم میں تھی اور یہ وہی گمراہ آئمہ ہیں جن کے نشاندہی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس قول کے ذریعے فرمائی ہے :ترجمہ: اور ہم نے ان لوگوں کو امام تو بنایا ہے لیکن یہ جہنم کی طرف بلاتے ہیں ۔سورہ قصص آیت ۴۱۔لہٰذا تدبر سے کام لو، اور اس عمل کو سمجھو،اس سے جاہل نہ رہنا اور جب بھی اس امر سے جاہل رہے گا اور اسی طرح کے دوسرے مسائل سے کہ جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرض کیا ہے اسی طرح جو بھی اس کے اوامر و نواھی سے جاہل رہے گا وہ دین الٰہی کو ترک کر دے گااور اس کی معصیت کا مرتکب ہوجائے گا نتیجۃ اللہ کے غضب کا باعث بن جائے اور اللہ ایسے شخص کومنہ کے بل جہنم میں ڈال دے گا۔

و قال: أيتها العصابة المرحومة المفلحة إن الله تعالى أتم لكم ما آتاكم من الخير و اعلموا أنه ليس من علم الله و لا من أمره أن يأخذ أحد من خلق الله في دينه بهوى و لا رأي و لا مقاييس، قد أنزل الله القرآن و جعل فيه تبيان كل شيء، و جعل للقرآن و تعلم القرآن أهلا لا يسع أهل علم القرآن الذين آتاهم الله علمه أن يأخذوا فيه بهوى و لا رأي و لا مقاييس أغناهم الله عن ذلك بما آتاهم من علمه و خصهم به و وضعه عندهم كرامة من الله تعالى أكرمهم بها و هم أهل الذكر الذين أمر الله هذه الأمة بسؤالهم و هم الذين من سألهم و قد سبق في علم الله أن يصدقهم و يتبع أثرهم.

امام علیہ السلام مزید فرماتے ہیں اے فلاح پانے والی جماعت انسان کہ جس پر خدا کا رحم شامل حال ہے [جان لو]جو خیر تم تک پہنچا اللہ نے اسے تمہارے لئے تمام کر دیا ہے لہٰذا یہ بات اللہ کے علم و اوامر میں سے نہیں کہ خلق خدا میں سے کوئی شخص دین خدا کو اپنی خواہش، رائے اور قیاس سے حاصل کرے ، بے شک اللہ نے قرآن نازل کر دیا اور اس میں ہر چیز کی وضاحت کر دی اور اللہ عز و جل نے ہی قرآن وعلم قرآن کے لئے چند لوگوں کو اہل قرار دیا ہے اور علم قرآن کے حامل افراد کہ جنھیں اللہ نے قرآ ن کا علم عطا کیا ہے وہ کبھی دین الٰہی کو کبھی اپنے خوہشات سے یا اپنی رائے اور قیاس سے نہیں لیتے [بلکہ] اللہ نے انہیں علم قرآن عطا کرکے ان تمام چیزوں سے بے نیاز کر دیا اور انہیں علم کے لئے چن لیا اور ان کے پاس علم قرآن کا ہونا یہ اللہ کی طرف سے ان ہستیوں کے لئے کرامت ہے جو اس نے انہیں بخشی اور یہی وہ اہل ذکر ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جن سے سوال کرنے کا حکم اس امت کو دیا ہے اور یہی وہ ہستیاں ہیں کہ کہ جب کوئی ان سے سوال کرتا ہے تو یہ اس کی رہنمائی کرتے ہیں اور سائل کو علم قرآن میں سے وہ سب کچھ عطا کرتے ہیں جس کے ذریعے وہ راہ خدا میں اور تمام حق کی راہوں میں اللہ کے اذن سے ہدایت پاتا رہے جبکہ یہ بات اللہ کے علم میں پہلے سے ہے کہ سائل ان کی بات کی تصدیق کرے گا اور ان کی پیروی کرے گا۔

مرجع عالی قدر دام ظلہ سے پوچھے گئے سوالات اور ان کے جوابات

مترجم: سید نذر حسنی نجفی

سوال: قضاء و قدر سے کیا مراد ہے؟

جواب: بسمہ سبحانہ! قضاء کے معنی حکم کے ہیں اور قدر کے کئی معنی ہیں ۔ ان میں ایک معنی یہ ہے کہ کسی چیز کو پیدا کرنا ہے۔اورایک کسی حادثہ یا فعل کو کسی خاص زمان و مکان کے ساتھ مرتبط کرنا ہے۔یہی وہ معنی جس کو لفظ قضاوقدر کے ساتھ ہمیشہ تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور اس معنی کی طرف انا انزلناہ فی الیلۃ القدر میں اشارہ ہے۔ واللہ العالم

سوال: ولایت سے کیا معنی مراد ہے؟

جواب: بسمہ سبحانہ! ولایت ایک منصب الٰہی کا نام ہے جو خاص صلاحیتوں اور فرامین الٰہی سے مرتبط ہے۔ واللہ العالم

سوال: ولایت تکوینی اور ولایت تشریعی سے کیا مراد ہے؟

جواب: بسمہ سبحانہ! ولایت تکوینی کا معنی ہے کہ کائنات میں ذاتی قدرت یا خدا داد قدرت سے تاثیر یا ان کو انجام دینا ۔ قدرت ذاتی سے صرف خداوند عالم کائنات میں تصرف کرتا ہے ۔ اور خدا کسی معصوم بندہ کو کائنات میں تصرف کی طاقت اور صلاحیت عطاکرے جیساکہ نبی یا امام معجزہ کی صورت میں بعض امور میں کافی تصرف کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اورخدا داد طاقت سے رکھتا ہے۔

اور ولایت تشریعی سے مراد وہ منصب ہے جو شرعی وظائف انجام دینے کے لیے خدا وند عالم کسی اپنے بندہ کو ایک محدود صورت میں عطا فرماتا ہے ۔ اور یہ ولایت تشریعی خداوند عالم کو بذات خود اور غیر محدود صورت میں حاصل ہے۔ اور خدا کے بعض بندوں کو اس کی دی ہوئی طاقت سے حاصل ہے جو معجزے کی صورت میں حسب مصلحت استعمال فرماتے ہیں ۔ واللہ العالم

سوال: حدیث قدسی سے کیامراد ہے۔ کیا یہ کلام اللہ یا کلام رسول اللہ ﷺ ہے؟

جواب: بسمہ سبحانہ! حدیث قدسی کے الفاظ اور معانی خدا کے کلام ہیں ۔ لیکن بطور اعجاز وہ قرآن کی طرح نہیں ہیں اور نہ قرآن کا جُز ہیں۔ واللہ العالم

سوال: جو کچھ حدیث قدسی میں وارد ہوا ہے کیا اس پر عمل کرنا واجب ہے؟

جواب: بسمہ سبحانہ!اگر حدیث قدسی کی سند ثابت ہوجائے تو اس پر عمل کرنا واجب ہے۔ واللہ العالم

سوال: عصمت سے کیا مراد ہے؟

جواب: بسمہ سبحانہ! عصمت وہ خداداد تحفہ ہے کہ جسے خداوند عالم اپنے کسی بندے کو عطا کرتا ہے۔ اور وہ منصب جو اس بندہ کو عطا کیا ہے اس کو سنبھالنے کے لیے اور نبھانے کے لیے اس کی اشد ضرورت ہے ۔ واللہ العالم

سوال: کیا امیرالمؤمنین علیہ السلام ہر مرنے والے کے پاس قبر میں تشریف لاتے ہیں؟

جواب: بسمہ سبحانہ! کئی روایات میں اس کا تذکرہ ملتا ہے۔ اور صاحب وسائل نے الفصول المہمہ میں امیرالمؤمنین علیہ السلام کے انسان کی جان نکلنے کے وقت موجود ہونے کی بہت ساری روایات نقل فرمائی ہیں۔ جن سے اس کے صحیح مطلب ہونے کا اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ واللہ العالم

سوال: کیا انوار خمسۃ علیہم السلام کو خلقت حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے خلق کیا گیا ہے؟

جواب: بسمہ سبحانہ! متعدد روایات میں اس کا تذکرہ ہوا ہے اور ایسی چیز پر اطمینان یا ایمان رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بلکہ کثرت روایات سے اس چیز کا تواتر معنوی سے ثابت ہونا بعید نہیں ہے ۔ واللہ العالم

سوال: کلمہ "نور" سے کیا مراد ہے؟

جواب: بسمہ سبحانہ! نور کے معنی روشنی اور ہدایت کے ہیں ۔ کیونکہ اس سے انسان کی رہبری ہوتی ہے اس لیے اس کو نور سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ قرآن کو اسی لیے نور کہا گیا ہے۔اور انبیاء، آئمہ معصومین علیہم السلام کو نور کہا گیا ہے ۔ اور خدا وند عالم کو بھی سورہ نور میں نور کہاگیا ہے ۔

واضح رہے کہ یہ روشنی جو ہم دنیا میں دیکھتے ہیں ،یہ جمادات کی قسم ہے ۔ انسان اشرف المخلوقات کے سامنے اس کی کوئی حیثیت نہیں ۔ لہٰذا لفظ "نور" جب کسی معصوم علیہ السلام یا خدا پر اطلاق ہو تو اس سے یہ روشنی مراد نہیں ہے ۔ بلکہ رہبری اورہدایت مراد لی جاتی ہے۔واللہ العالم

سوال: فرمان الٰہی

قل لااسئلکم علیہ اجراً الاالمودۃ فی القربی

میں کلمۃ المودۃ سے کیا مراد ہے؟ نیز کیا محبت اور مؤدۃ میں فرق ہے؟ کیونکہ اردو میں ترجمہ کے وقت اکثر مؤدۃ کا ترجمہ محبت کیا جاتا ہے؟

جواب: بسمہ سبحانہ! محبت بسااوقات انسان کے اختیار میں نہیں ہوتی جبکہ مؤدۃ اختیاری چیز ہے۔جس کا بامحاورہ اور تقریبی معنی یہ ہے کہ اگر آپ

کسی شخص کی عظمت اور خوبی کو سامنے رکھتے ہوئے اس کی اطاعت ، اس سے ہمدردی اور اس کے قرب کی کوشش کریں تو یہ معنی ہے مودۃ کا ۔ واللہ العالم

سوال: کیا مَوَدۃ اھل بیت علیہم السلام قبولیت اعمال کے لیے شرط ہے؟

جواب: بسمہ سبحانہ !مؤدت اھل بیت نہ صرف قبولیت اعمال کی شرط ہے بلکہ دین کا جُز ہے ۔ جس کے انکار سے انسان مسلمان نہیں رہتا ۔ کیونکہ اس کا حکم قرآن میں آیا ہے ۔ ظاہر ہے اس کے انکار سے حکم الٰہی کا انکار لازم آتا ہے۔ واللہ العالم

سوال: کیا ایام و تاریخ کا نحس ونیک ہونا معتبر ہے شرعاً؟ نیز قمر درعقرب ہونیکی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: بسمہ سبحانہ !قرآن میں ایام کے نحس ہونے کا ثبوت ملتا ہے ۔ اور معتبر روایات سے ثابت ہے کہ چاند کے برج عقرب میں ہونے کا وقت بعض کاموں کو انجام دینا نکاح ، شادی کرنا مکروہ ہے ۔ اور بھی کچھ احکام ہیں جن کی تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔ واللہ العالم

سوال: بعض محققین سمندروں کی تہوں میں کئی دن تک چلتے پھرتے رہتے ہیں ۔ تو اس صورت (غوطہ زنی) میں نماز کس طرح ادا کریں گے؟

جواب: بسمہ سبحانہ !اگر وہ آب دوز کشتی کے ساتھ ہے تو نماز پورے وظائف کے ساتھ ادا کی جائے گی ۔ اگر وہ غوطہ زنی کے لباس میں پانی کے اندر میں رہتا ہے تو اشارہ کے ساتھ ادا کرے گا۔ واضح رہے کہ یہ اس صورت میں ہے کہ جب باہر نہ آسکتا ہو۔ اگر وہ باہر آسکتا ہوتو اس پر واجب ہے کہ باہر آکر خشکی پر ادا کرے ۔ اورواضح رہے کہ مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ ایسی جگہ پر جائے جہاں پر اپنے واجبات جیسے نماز و روزہ ظاہری طور پر بجانہ لا سکے ۔ واللہ العالم

سوال: ایک لڑکی کو ناجائز تعلقات کی وجہ سے حمل ٹھہر گیا ۔ وہ ڈاکٹر کے پاس آئی اور اسے اپنا ماجرا بتلانے کے بعد ڈاکٹر کو کہا کہ مجھے کوئی ایسی دوائی دیں جس سے یہ حمل ضائع ہوجائے ۔ وگرنہ مجھے اپنے خاندان والے قتل کردیں گے۔ اس صورت میں ڈاکٹر کا کیا وظیفہ بنتا ہے۔ آیا بچہ کو ضائع کرے اور لڑکی کو قتل ہونے سے نجات دلائے یا بچہ کی جان کو محفوظ کرے اور لڑکی کو قتل ہونے دے ؟

جواب: بسمہ سبحانہ !ڈاکٹر کے لیے جائز نہیں ہے کہ حمل کو ضائع کرے ۔ اور اگر بچی خود استعمال کرے اگرچہ اس دواکی معرفت ڈاکٹر ہی سے حاصل کرے اور اس جرم کی سزاکی لڑکی مستحق ہوگی ۔ اور ڈاکٹر شرعی طور پر بری ذمہ رہے گا۔ واللہ العالم

سوال: بینک سے پیسہ لینا فائدہ کے ساتھ یا دینا فائدہ کے ساتھ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بسمہ تعالیٰ !اگر بینک کا مالک کافر ہو یا ایسی حکومت کہ جو اپنے آپ کو اسلامی حکومت نہ کہے تو اس صورت میں بینک سے قرض پر فائدہ لینا جائز ہے۔ لیکن اس فائدے کو ہاتھ میں لیتے ہی اس کا خمس نکالنا پڑے گا اور یہ خمس وہ نہیں ہے جو سال کے بعد ہر مسلمان پر واجب ہوتا ہے۔ بلکہ اس سے مقصود اس فائدے کو حلال کرنا ہے اور اگر بینک کا مالک مسلمان ہو یا ایسی حکومت جو اپنے آپ کو مسلمان حکومت کہلاتی ہے تو اس صورت میں قرضے پر فائدہ دینا لینا دونوں حرام ہیں۔ لیکن ایسی حالت میں درج ذیل طریقے سے مسلمان حرام سے دور ہٹ کر بینک سے معاملہ کرسکتا ہے ۔

وہ یہ ہے کہ:۔

جو رقم آپ بینک میں رکھنا چاہتے ہیں اس کو امانت یا قرضہ کی بجائے اس کو فروخت کردیں۔ مثال کے طور پر ایک لاکھ روپے کو ایک لاکھ بیس ہزار روپے کے عوض میں بینک کو بیچیں اور اس سے یوں طے کریں کہ میں یہ رقم ایک لاکھ بیس ہزار روپے میں بیچ رہا ہوں۔ جسے میں ایک مدت معینہ (جو طے شدہ ہو بینک اور صاحب مال کے درمیان) کے بعد لے لوں گا۔ اور اسی طرح بینک سے آپ ایک لاکھ روپیہ ایک لاکھ بیس ہزار روپے میں خرید سکتے ہیں ۔جس کو آپ طے شدہ مدت کے بعد واپس کریں گے۔ واضح رہے کہ ضروری نہیں کہ بینک کا اکاؤنٹر اپنے بینک کے رجسٹر یا کمپیوٹر میں یہ تفصیلی گفتگو لکھے ۔ بلکہ آپ زبانی یہ اکاؤنٹر سے طے کرلیں اور وہ اپنے رجسٹر یا کمپیوٹر میں جو بھی لکھے اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور اگر بینک اس صورت میں کہ جب آپ بینک سے ایک لاکھ روپیہ ، ایک لاکھ بیس ہزار روپے میں خرید رہے ہیں آپ سے کوئی گروی یا رہن لے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔واللہ اعلم

یا امام حسن عسکری
علیه السلام